عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۵ | ۲۲ تا ۳۰ رصفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ رنومبر ۲۰۱۶ء | شمارہ: ۴۴

خود احتسابی کا فقدان

بے دینی کے سیلاب میں ہم کیا کریں؟

مسواک

حقیقت / و فضیلت

فتنوں کا تعاقب

دین کے اہم ضرورت

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

تین طلاق واقع ہوگئیں

س:...... میرے بیٹے عاصم کی شادی جنوری ۲۰۱۶ء میں ہوئی۔ گھریلو ناچاقیوں کی وجہ سے گھر کے بڑوں کے درمیان لڑائی ہوگئی، جس کی وجہ سے ان دونوں کے رشتے پر بُرا اثر پڑا اور نوبت لڑائی تک پہنچ گئی، بہو کے والد نے جھوٹ بول کر اپنی بیٹی کو گھر بلوا کر بٹھالیا اور جب عاصم اپنی بیوی کو لینے گیا تو اسے ملنے نہیں دیا گیا اور اس کے ساتھ ہر قسم کا رابطہ بند کروا دیا۔ اس طرح ۱۰ یا ۱۲ دن گزر گئے، اتنے دن گزرنے کے بعد بہو کے والد نے اپنے گھر کے ۱۰ یا ۱۲ افراد کو عاصم کے گھر بھیجا اور غیر قانونی طریقے سے عاصم کے والد پر تشدد کر کے بغیر اجازت سامان (جہیز) اٹھالیا۔ دوسرے دن عاصم کو بلوا کر اس سے زبردستی (گن پوائنٹ پر) طلاق نامے پر دستخط کروالئے، جبکہ اس میں لڑکا اور لڑکی کی رضا مندی شامل نہیں ہے۔ طلاق کے الفاظ یہ ہیں: ''میں عاصم باسط ربیعہ عزیز کو طلاق دیتا ہوں، یہ جملہ میں نے تین دفعہ پورا پورا جملہ بولا۔'' کیا اس طرح طلاق واقع ہوگئی؟

ج:...... بصورتِ مسئولہ اگر عاصم کی والدہ کا بیان درست اور حقیقت پر مبنی ہے تو اس صورت میں عاصم کی بیوی رابعہ عزیز پر تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اور وہ اپنے شوہر پر حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوچکی ہے۔ عدت یعنی تین ماہواریاں گزرنے کے بعد اور بصورتِ حمل بچے کی پیدائش کے بعد وہ آزاد ہے، جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ البتہ سابقہ شوہر کے لئے بغیر شرعی حلالہ کے نکاح کرنا یا ایک ساتھ رہنا قطعاً جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''وان کان الطلاق ثلاثاً فی حرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحلہ حتی تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحاً ویدخل بہا ثم یطلقہا اویموت عنہا۔'' (فتاویٰ عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، کتاب الطلاق، وفی التصحیح البخاری، ص:۷۹۲، ج:۲)

''وقال اللیث عن نافع کان ابن عمر اذا سئل عمن طلق ثلاثا قال: لو طلقت مرۃ او مرتین فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی بہذا، فان طلقہا ثلاثا حرمت حتی تنکح زوجاً غیرہ.... الخ۔'' (طبع قدیمی کتب خانہ)

نکاح پر نکاح کرنا

س:...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرا نام نادیہ ہے، آج سے ۱۳ سال پہلے میری شادی میرے کزن سے ہوئی تھی، لیکن وہ اس پر خوش نہیں تھے، شادی کے بعد روز لڑائی جھگڑے شروع ہوگئے تھے۔ تقریباً شادی کے بعد میں چار سال تک ان کے پاس رہی، اس دوران میرا ان سے کوئی بچہ وغیرہ پیدا نہیں ہوا، میں ان سے تنگ آ کر اپنے گھر علاقہ سے فرار ہوگئی اور کراچی آگئی، یہاں کوئی جان پہچان کسی سے نہیں تھی، ایک صاحب نے مجھے سہارا دیا اور بعد میں اس نے اپنے بیٹے سے میرا نکاح کرادیا باوجود اس کے کہ ان کو معلوم تھا کہ میں شادی شدہ ہوں اور میں نے بھی اس کو بتایا تھا کہ میں شادی شدہ ہوں، لیکن اس کے باوجود اس نے میری شادی کرادی، میں مجبور تھی چنانچہ اس سے میرے اتنے عرصہ میں تین بچے پیدا ہوگئے، لیکن اس سے بھی اختلاف اور لڑائی جھگڑے کا سلسلہ شروع ہوا اور بالآخر اس سے میں نے کورٹ کے ذریعہ خلع لی اور اس نے مجھے طلاق خلع دے کر تینوں بچے مجھ سے لے لئے، اب اس دوسرے شوہر سے تو میری طلاق ہوگئی ہے اور میں تیسری جگہ شادی کرنا چاہتی ہوں، لیکن پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس پہلے نکاح کی وجہ سے اب میں یہ تیسری شادی کرسکتی ہوں؟ کیونکہ جب میں پہلے گھر سے بھاگی تھی میں بہت چھوٹی تھی، مجھے کوئی پتہ نہیں کہ میرا وہ شوہر زندہ ہے یا مر گیا ہے، ان کا گھر کہاں ہے؟ میرے والدین زندہ ہیں یا فوت ہوگئے ہیں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ اس سلسلہ میں میری شرعی رہنمائی فرمائیں کہ آیا میں تیسری جگہ شادی کرسکتی ہوں یا نہیں؟

ج:...... واضح رہے کہ ایک جگہ نکاح صحیح ہوجانے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں، جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے یا شرعی طور پر تفریق نہ ہوجائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ وکذا المعتدۃ'' (فتاویٰ عالمگیری ص:۲۸۰، ج:۱، کتاب النکاح) لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر سائلہ کو اس کے پہلے شوہر نے گھر سے فرار ہونے تک طلاق نہیں دی تھی اور نہ ہی اس کا انتقال ہوا تھا جیسا کہ سوال سے بھی اس طرح ظاہر ہوتا ہے تو ایسی صورت میں سائلہ کا دوسری جگہ بھی کیا ہوا نکاح شرعاً درست نہیں تھا اور اتنا عرصہ جو یہ دوسرے شوہر کے پاس رہی ہے، یہ اس نے بہت بڑا گناہ کیا ہے جس پر اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے۔ اب سائلہ کا تیسری جگہ نکاح کرنے کا بھی یہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہے کہ جب تک اول شوہر سے طلاق نہیں لے گی یا اس کا انتقال نہ ہوجائے تب تک اس کے لئے کہیں اور نکاح کرنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوت
عالمی مجلس

جلد:۳۵ ۲۲ تا ۳۰ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ نومبر ۲۰۱۶ء شمارہ:۴۴

مجلسِ ادارت
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

فتنوں کا تعاقب.... دین کی اہم ضرورت!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
بے دینی کے سیلاب میں ہم کیا کریں؟	۷	مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
خود احتسابی کا فقدان	۱۰	مولانا حافظ انوار الحق
مسواک.... حقیقت، فضیلت	۱۳	مولانا فضل الرحیم
دینی مدارس کی مشکلات......	۱۵	مولانا زاہد الراشدی
اسلام میں وصیت کا قانون	۱۷	مولانا محمد نجیب قاسمی
ختم نبوت کانفرنس، بچھند	۲۱	ڈاکٹر محبوب حسین جراح
مرکزی نائب امرا کا انتخاب	۲۳	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاری غلام رسول شوق کی وفات	۲۴	. . . .
مرزا قادیانی کا تعارف و کردار (۱۳)	۲۵	حافظ عبیداللہ

بیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

احادیث قدسیہ

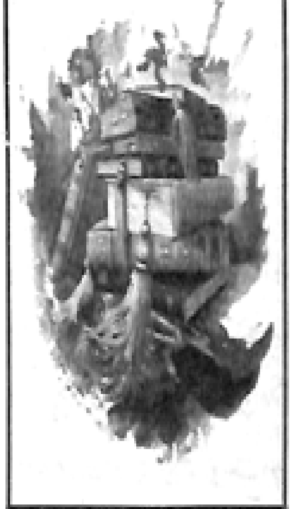

سحبان الہند حضرت مولانا
احمد سعید دہلویؒ

اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا

حدیث قدسی ۸:... حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ قیامت میں دو شخصوں کو جو دوزخ میں بہت چیخ رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ نکالنے کا حکم دے گا جب وہ دونوں شخص دوزخ سے نکالے جائیں گے تو ان سے اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا کہ: تم کیوں اس قدر چیخ رہے تھے؟ یہ دونوں عرض کریں گے: الٰہی! ہم تیرے رحم کی توقع پر چیخ رہے تھے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میری رحمت تمہارے لئے ہے جاؤ جہاں سے نکالے گئے ہو وہیں آگ میں پھر اپنے کو ڈال دو۔ اس حکم کو سن کر ایک تو فوراً دوزخ میں جا گرے گا پر اللہ تعالیٰ آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی کا سبب کر دے گا اور دوسرا وہیں کھڑا رہے گا، وہ دوزخ میں واپس نہیں جائے گا، اس سے اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا تو نے اپنے کو دوزخ میں کیوں نہیں ڈالا؟ جس طرح تیرے ساتھی نے اپنے کو دوزخ میں ڈال دیا، یہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار مجھ کو تو تجھ سے یہ امید تھی کہ تو مجھ کو دوزخ سے نکالنے کے بعد پھر دوزخ میں نہیں داخل کرے گا، پھر یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

یعنی ایک تو فوراً حکم کی تعمیل کرے گا اور ایک رحمت کی امید پر کھڑا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت اور بخشش فرمائیں گے۔

حدیث قدسی ۹:... حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب کوئی بندہ میری ملاقات کا شوق رکھتا ہے تو میں بھی اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہوں اور جب کوئی بندہ میری ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس کی ملاقات کو ناپسند سمجھتا ہوں۔ (بخاری، نسائی)

حدیث قدسی ۱۰:... حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندوں کے حق میں کسی رعایت کا ذمہ دار نہیں ہوتا جب تک وہ میرے حقوق کی رعایت نہ کرے۔ (طبرانی)

نماز

عملی شریعت کا پہلا اور بنیادی رکن

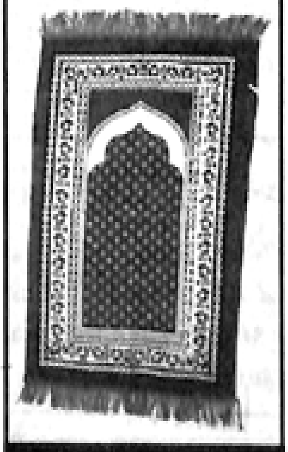

حضرت مولانا
مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

جبیرہ (Plaster/Bandage)

س:...... اعضائے وضو سے کیا مراد ہے اور وہ کون کون سے ہیں؟

ج:...... جسم کے جن جن اعضاء کو وضو میں دھونا اور جس عضو پر مسح کرنا فرض ہے، انہیں اعضائے وضو کہا جاتا ہے اور وہ چار ہیں:

(۱) پورے چہرے کو دھونا،

(۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھونا،

(۳) سر کے چوتھائی حصے پر ایک مرتبہ گیلے ہاتھ سے مسح کرنا،

(۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

وضو سے متعلق مزید مسائل

س:...... اگر کسی شخص کو وضو میں کلی کرتے ہوئے مسوڑھوں کی بیماری کی وجہ سے پانی نقصان پہنچاتا ہو یا مسواک کرتے ہوئے مسوڑھوں سے خون جاری ہو جاتا ہو وہ شخص کیا کرے؟

ج:...... وہ اپنے مسوڑھوں کا علاج کرائے اور جب تک علاج مکمل نہ ہو جائے تو وہ وضو کرتے ہوئے کلی اور مسواک نہ کرے، اس لئے کہ وضو میں کلی کرنا، مسواک کرنا یا دانتوں پر انگلی پھیرنا وغیرہ فرض اور واجب نہیں ہے۔ لہٰذا اس عذر کی وجہ سے بغیر کلی اور مسواک کے بھی اس کا وضو ہو جائے گا۔

س:...... کیا اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بتلائے گئے ہیں؟

ج:...... جی ہاں! اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آئے ہیں، جن میں سے دو یہ ہیں:

(۱) وضو کے اعضا قیامت کے دن روشن اور چمکدار ہوں گے،

(۲) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کو (اعضائے وضو کی چمک کی وجہ سے) فوراً پہچان جائیں گے۔

س:...... کیا وضو کے بعد شریعت سے کوئی نماز ثابت ہے اور اس کا نام اور رکعتیں کتنی ہیں اور اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:...... جی ہاں! وضو کرنے کے بعد شریعت نے دو رکعت نماز پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے، اس کا نام "تحیۃ الوضو" ہے اور شریعت نے تحیۃ الوضو کا درجہ مستحب اور مسنون کا رکھا ہے، یعنی یہ نوافل میں سے ہیں جن کا پڑھنا لازمی اور ضروری نہیں ہے، البتہ اس سے فضیلت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

فتنوں کا تعاقب

دین کی اہم ضرورت!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

خیروشر کی جولڑائی ابتدائے آفرینش سے برپا ہے وہ تا قیام قیامت رہے گی۔ ایک طرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ اور منتخب بندے انبیاء کرام علیہم السلام اوران کے مخلص متبعین اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کو راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم کی طرف گامزن رکھنے کے لئے اور چلانے کے لئے مبعوث ومنتخب ہوتے رہے تو دوسری طرف شیاطین اوران کے ایجنٹ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس پیاری مخلوق کو ہوا وہوس اور خواہش نفسانی کا غلام بنا کر رحمت الٰہی سے دور کرنے کا سبب بنتے رہے۔ آخرت اور انجام کے اعتبار سے دونوں کا کیا مقام اور حیثیت ہے؟ اس بارہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لاینقص ذالک من اجورھم شیئاً ومن دعا الی ضلالۃ کان لہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لاینقص من آثامھم شیئاً۔“ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کو بھی اتنا اجر ملے گا جو ہدایت کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اوران کے اجر سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا تو اس کو بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جو گمراہی کی طرف آنے والے کو ہوگا اوران کے گناہوں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آنے والے کذابوں اور دجالوں کے بارہ میں اپنی امت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا اٰبائکم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔“ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص:۲۸، ط: قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں

دجال (دھوکہ دینے والے) کذاب (بہت جھوٹ بولنے والے) تمہارے پاس ایسی احادیث لے کر آئیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے، پس تم خود ان کو ان سے اور ان کو خود سے دور رکھنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنوں میں جتلا نہ کردیں۔“

ان دجالوں اور کذابوں کا مقابلہ کرنے والے طائفہ منصورہ کے بارہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی:

”عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین علی من ناواهم حتی یقاتل آخرهم المسیح الدجال۔“

(سنن ابی داؤد، باب فی دوام الجہاد، ص:۳۳۶، ط: ایچ ایم سعید کمپنی)

ترجمہ: ”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میری امت میں ایک جماعت مسلسل حق کے لئے لڑتی رہے گی، وہ ان پر غالب ہوگی جو ان کا مقابلہ کریں گے، یہاں تک کہ اس جماعت کا آخری حصہ دجال سے لڑے گا۔“

شہید ناموس رسالت حضرت اقدس مولانا سعید احمد جلال پوری نور اللہ مرقدہ اس طائفہ منصورہ کے ایک رکن اور رجل رشید تھے، جنہوں نے قلم کے ذریعے بہت ہی کم عرصہ میں بڑے بڑے فتنوں کا قلع قمع اور فتنہ پروروں کا سرنگوں کیا۔ وہ فتنہ پرور مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت ہو یا گوہر شاہی کی روحانی اولاد۔ وہ فتنہ پرور یوسف کذاب کا چیلہ زید حامد ہو یا دماغی خرابی سے متاثر میر طارق یعقوب کلفٹن والا، ہر ایک ملحد اور گمراہ کے خلاف میرے حضرت نے بروقت ببانگ دہل قرآن وسنت کے دلائل وبراہین سے لیس ہوکر ان کو چاروں شانے چت کیا۔

ایک وقت تھا کہ زید حامد جیسے ملحد و بے دین شخص نے روپ بدل کر ملعون یوسف کذاب جھوٹے مدعی نبوت کے نظریات وافکار کو میڈیا کے ذریعے مسلمانوں میں پھیلانے اور پروان چڑھانے کی بھونڈی کوشش کی تو میرے حضرت نے ”راہبر کے روپ میں راہزن“ جیسا رسالہ لکھ کر امت مسلمہ کو مرزا قادیانی جیسے دوسرے جھوٹے مدعی نبوت یوسف کذاب کے چنگل میں پھنسنے سے بچایا۔

ایک وقت تھا کہ یوسف کذاب کے نام نہاد صحابی زید حامد کے مداحوں میں لاکھوں لوگ تھے، لیکن جب حضرت نے اپنی تحریر کے ذریعے اس کی اصلیت ظاہر کی تو وہ وقت بھی اہل پاکستان نے دیکھا کہ یوسف کذاب کا یہ نام نہاد صحابی جس شہر، جس یونیورسٹی اور جس کالج میں جانے کی کوشش کرتا تو وہ وہاں سے بھاگنے میں ہی اپنی عافیت ڈھونڈتا اور آج سوائے ذلت ورسوائی کے اس کا کوئی نام لینا گوارا نہیں کرتا۔

بہر حال ہمارے اکابر اور بزرگوں نے جب تک حیات نے ان کا ساتھ دیا، امت مسلمہ کے دین وایمان کو مرتدین وملحدین، مشرکین ومبتدعین کے افکار و نظریات سے بچاتے رہے اور جب اس دنیا سے گئے تو اسی دین کی حفاظت کی پاداش میں شہادت کا تمغہ لے کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوگئے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کے دور میں ”پرانے شکاری، نئے جال کے حامل“ مرتدین، ملحدین ومبتدعین کے ارتداد، الحاد اور ان کے زیغ و ضلال سے امت کو بچانے کے لئے پختہ فکر کے حامل اور اپنے اسلاف واکابر کی تحقیقات پر اعتماد اور اس کو بنیاد بنا کر کام کرنے والے علماء کرام کو چاہئے کہ وہ قرآن وسنت کے دلائل وبراہین سے مسلح ہوکر ان فتنہ پروروں کا علمی میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کریں تاکہ موجود اور آئندہ نسلوں کا دین وایمان محفوظ رہ سکے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز. اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین

بے دینی کے سیلاب میں ہم کیا کریں؟

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

"زمانہ بڑا خراب آگیا ہے"...... بے دینی کا سیلاب بڑھتا جارہا ہے...... "لوگوں کو دین وایمان سے کوئی واسطہ نہیں رہا"...... مکروفریب کا بازار گرم ہے"...... عریانی وبے حیائی کی انتہاء ہوچکی ہے۔"

اس قسم کے جملے ہے جو ہم دن رات اپنی مجلسوں میں کہتے اور سنتے رہتے ہیں اور بلاشبہ یہ تمام باتیں سچی بھی ہیں، ہر سال کا موازنہ پچھلے سال سے کیجئے تو دینی اعتبار سے انحطاط نمایاں نظر آتا ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ ہم اپنی مجلسوں میں ان باتوں کا تذکرہ اس لئے نہیں کرتے کہ ہمیں اس صورتحال پر کوئی تشویش ہے اور ہم اسے بدلنا چاہتے ہیں بلکہ یہ تذکرہ محض برائے تذکرہ ہوکر رہ گیا ہے، اور یہ بھی ایک فیشن سا بن چکا ہے کہ جب کوئی بات نکلے تو زمانہ اور زمانے کے لوگوں پر دو چار فقرے چلتے کرکے ان کی حالت پر محض زبانی اظہار افسوس کردیا جائے۔ لیکن یہ صورتحال کیوں پیدا ہوئی ہے؟ اور اسے بدلنے کے لئے ہم کیا کرسکتے ہیں؟ یہ سوالات ہم میں سے اکثر لوگوں کی سوچ سے یکسر خارج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ زمانے کے بارے میں اس قسم کی باتیں پوری بے پرواہی سے کہہ کر نہ صرف خاموش ہوجاتے ہیں بلکہ خود بھی ان لوگوں کے پیچھے ہولیتے ہیں جنہیں مختلف صلواتیں سنا کر فارغ ہوئے ہیں اور اگر آپ کو واقعتاً ان حالات پر تشویش ہے اور آپ دل سے چاہتے ہیں کہ ان کا سدباب ہو، تو پھر صرف دو چار جملے زبان سے کہہ کر فارغ ہوجانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

فرض کیجئے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے ایک ہولناک آگ بھڑک رہی ہو اور ہم یقین سے جانتے ہوں کہ اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو یہ پورے خاندان اور پوری بستی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی تو کیا پھر بھی ہمارا طرز عمل یہی ہوگا کہ اطمینان سے بیٹھ کر صرف اظہار افسوس کرتے رہیں اور ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش نہ کریں؟

اگر ذہن ودماغ عقل وہوش سے بالکل ہی خالی نہیں ہیں تو ہم آگ کے بڑھنے، پھیلنے کا تذکرہ اس بے پرواہی سے نہیں کرسکتے، ایسے موقع پر بیوقوف سے بے وقوف شخص بھی آگ کا قصہ لوگوں کو سنانے سے قبل فائر بریگیڈ کو فون کرے گا اور جب تک وہ نہ پہنچے خود آگ پر پانی یا مٹی ڈالے گا اور دوسروں کو بھی اس کام میں شریک ہونے کی دعوت دے گا اگر اس پر قابو پانا ممکن نہ ہو تو ایسی چیزیں آس پاس سے ہٹائے گا جن کو آگ پکڑ سکتی ہو پھر بھی آگ بڑھتی نظر آئے تو لوگوں کی جان بچانے کے لئے انہیں دوسری جگہ منتقل کرنے کی کوشش کرے گا اور کسی کو وہاں سے ہٹا نہ سکے تو اپنے بچوں اور گھر والوں کو وہاں سے اٹھالے جائے گا اور اتنی بھی مہلت نہ ہو تو کم از کم خود تو بھاگ ہی کھڑا ہوگا، لیکن یہ بات کسی انسان سے ممکن نہیں ہے کہ آگ لگنے پر زبانی اظہار افسوس کرکے بدستور اپنے کام میں منہمک ہوجائے یا یہ سوچ کر کہ آگ بیشمار انسانوں کو نگل چکی ہے خود بھی اس میں کود پڑے یہ تو انسان کی فطرت ہے کہ آگ خواہ کتنی ہی تیز رفتار ہو اور اسے یقین ہو کہ میں اس سے بچ کر نہیں جاسکتا تب بھی جب تک اس کے دم میں دم ہے، وہ اس کے آگے بھاگتا رہے گا تاوقتیکہ وہ خود ہی آکر اسے دبوچ نہ لے۔

سوال یہ ہے کہ اگر واقعتاً ہمارے اردگرد بے دینی اور خدا کی نافرمانی کی آگ بھڑک رہی ہے اور ہم اپنے گھروں، اپنے خاندانوں اور اپنے بیوی بچوں پر اس کی آنچ محسوس کررہے ہیں تو پھر ہم اس آگ کا محض تذکرہ کرکے چپ ہو رہتے ہیں؟ بلکہ اس آگ پر کچھ مزید تیل چھڑکنے کی جرأت ہمیں کیسے ہوجاتی ہے؟

ہم اگر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں تو ہمارا طرز عمل اس کے سوا اور کیا ہے کہ ہم اپنے زمانے اور اپنے زمانے کی ساری برائیوں کا تذکرہ تو اس انداز سے کرتے ہیں جیسے ہم ان تمام برائیوں سے معصوم اور محفوظ ہیں لیکن اس تذکرے کے بعد جب عملی زندگی میں پہنچتے ہیں تو صبح سے لے کر شام تک ہم خود ان تمام کاموں کا جان بوجھ کر ارتکاب کرتے چلے جاتے ہیں، جن کی قباحتیں بیان کرنے میں ہم نے اپنے زور بیان کی ساری صلاحیتیں صرف کردی تھیں، اور جب اس طرز عمل پر کوئی متنبہ کرتا ہے تو ہمارا جواب یہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا بے دینی کی آگ میں جل رہی ہے تو ہم اس سے کس طرح بچیں؟

لیکن کیا اس طرز فکر میں ہماری مثال بالکل اس

شخص کی سی نہیں ہے جو آگ بھڑکتی دیکھ کر اس سے بھاگنے کے بجائے خود جان بوجھ کر اس میں کود جائے؟ سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے بے دینی کی اس آگ کو بجھانے یا لوگوں کو اس سے بچانے کی کوئی ادنیٰ کوشش کی؟ اور لوگوں کو بھی چھوڑیے، کیا کبھی اپنے گھر، بیوی بچوں، اپنے اہل خاندان اور اپنے دوست احباب ہی کو ایسی ہمدردی اور لگن سے دین پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی جس ہمدردی سے ان کو آگ سے بچایا جاتا ہے؟ کیا کبھی ان کو دینی فرائض کی اہمیت سے آگاہ کیا؟ کیا کبھی انہیں گناہوں کی حقیقت سمجھائی؟ کیا کبھی ان کی توجہ مرنے کے بعد والے حالات کی طرف مبذول کرائی؟ کیا ان میں نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا کرنے کے لئے کوئی اقدام کیا؟ اور گھر والوں کا معاملہ بھی پھر بعد کا ہے، کیا خود اپنے آپ کو بے دینی کی آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے کچھ ہاتھ پاؤں ہلائے؟ اپنی حد تک دینی فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کا کوئی اہتمام کیا؟ اگر تمام احکام پر عمل کرنے میں مشقت معلوم ہوتی ہے تو اپنے عمل میں جو کم سے کم تبدیلی پیدا کی جاسکتی تھی، کیا اس پر بھی عمل کیا؟ سینکڑوں گناہوں میں سے کوئی ایک گناہ خدا کے خوف سے چھوڑا؟ بیسیوں فرائض میں سے کسی ایک فریضے کی پابندی شروع کی؟

اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ ہم خود اندر سے اس آگ کو بجھانا ہی نہیں چاہتے اور دنیا میں پھیلی ہوئی بے دینی کا شکوہ محض بہانہ ہی بہانہ ہے، پھر تو حقیقت یہ ہے کہ نہ تو زمانے کا کوئی قصور ہے، نہ دوسرے اہل زمانہ کا، قصور سارا ہماری اس نفسیات کا ہے جو خود بے دینی کی راہ اختیار کر کے اس کا سارا الزام زمانے کے سر ڈالنا چاہتی ہے۔

اس سلسلے میں ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم زمانے کے طرز عمل پر محض زبانی اظہار افسوس کے بجائے اپنی مقدور بھر حد تک اس کی اصلاح کی کوشش کریں اللہ نے ہر انسان کو اس کے حالات کے مطابق ایک دائرہ اختیار دیا ہے جس میں اس کی بات سنی اور مانی جاتی ہے لہٰذا ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے دائرہ اختیار میں حکمت اور ہمدردی کے ساتھ دین کی تبلیغ کرے اور جو لوگ اللہ کی نافرمانی کے راستے پر گامزن ہیں انہیں انتہائی دلسوزی کے ساتھ اس راستہ سے باز رہنے کی تلقین کرتا رہے۔ ماننا نہ ماننا تو ان لوگوں کا کام ہے اور تجربہ یہ ہے کہ اگر حکمت اور ہمدردی سے بات کہی جائے تو وہ کبھی بے نتیجہ نہیں ہوتی لیکن اگر اسی فریضہ سے غفلت برتی جائے تو وہ آخرت میں قابل مواخذہ ہے اسی حقیقت کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: ”تم میں سے ہر ایک بااختیار نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی زیر اختیار رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔“

اور بھی کچھ نہ ہو تو انسان کو اپنے گھر والوں اور بیوی بچوں پر کسی نہ کسی حد تک اختیار حاصل ہوتا ہے لہٰذا اس کا فرض ہے کہ اگر وہ ان کو خدا کی نافرمانی میں مبتلا دیکھے تو اسی حکمت اور شفقت سے انہیں باز رکھنے کی کوشش کرے جس طرح ان کو آگ سے بچایا جاتا ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔“

تجربہ یہ ہے کہ حق بات اگر حق طریقے سے متواتر کہی جاتی رہے تو وہ کبھی نہ کبھی رنگ لا کر رہتی ہے اور اگر آپ اپنے گھر والوں میں کسی ایک شخص کو بھی کسی ایک گناہ سے باز رکھنے یا کسی ایک دینی فریضے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگئے تو یہ دنیا و آخرت دونوں کی عظیم کامیابی ہے، حدیث میں ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے کسی ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بڑی نعمت ہے۔“

لیکن خرابی کی جڑ درحقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے گھر والوں، اپنے بیوی بچوں، اور اپنے عزیز دوستوں کو کھلی آنکھوں گناہوں کا ارتکاب کرتے دیکھتے ہیں تو انہیں راہ راست پر لانے کی تدبیریں سوچنے کے بجائے پہلے ہی قدم پر یہ کہہ کر مایوس ہو جاتے ہیں کہ نافرمانیوں کے اس طوفان میں ہدایت کی بات کون سنے گا؟ حالانکہ اگر ذرا ہمت کر کے انہیں سمجھانے اور راہ راست پر لانے کی تدبیر کی جائے اور نتائج سے بے پرواہ کر یہ سلسلہ جاری رکھا جائے تو کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو؟ یہ تو قرآن کریم کا وعدہ ہے کہ:

”اور نصیحت کرتے رہو کیونکہ نصیحت مومنوں کو فائدہ (ضرور) پہنچاتی ہے۔“

اور اگر بالفرض اصلاح کی ساری تدبیریں ناکام ہو جائیں اور کوئی شخص ہماری بات نہ سنے تو ہر شخص کو کم از کم اپنے آپ پر تو اختیار حاصل ہے اور اگر وہ سچے دل سے چاہے تو کم از کم اپنی زندگی میں تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کر سکتا ہے، لیکن یہاں بھی ہمارا یہی نفسیاتی بہانہ آڑے آتا ہے کہ جب ساری دنیا بے دینی کے راستہ پر دوڑی جارہی ہے تو ہم اس سے کٹ کر اپنے آپ کو کیسے اس کے اثرات سے بچائیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم نے دین پر عمل کرنے کے لئے اپنی ساری توانائی، ساری کوششیں اور ساری تدبیریں صرف کر لی ہوتیں اور اس کے بعد ہم پر یہ ثابت ہوتا کہ معاذ اللہ دین پر عمل اس دور میں ناممکن ہے تب تو کسی درجہ میں ہمارا یہ عذر قابل سماعت ہوسکتا تھا لیکن ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ اپنی

ساری توانائی خرچ کرتا تو در کنار کیا کبھی ہم نے اس راہ میں کوئی ادنیٰ کوشش بھی کی؟ اگر ''زمانے کی خرابی'' کا شکوہ محض ایک بہانہ ہی نہیں ہے تو براہ کرم اپنے اعمال وافعال سے اپنے اخلاق وکردار کا ذرا ایک جائزہ تو لے کر دیکھئے کہ ان میں کتنے کام اللہ کی مرضی اور اس کے احکام کے خلاف ہم سے سرزد ہو رہے ہیں؟ پھر ذرا انصاف اور حقیقت پسندی سے کام لے کر یہ سوچئے کہ ان میں سے کتنے کام آسانی سے چھوڑے جاسکتے ہیں؟ کتنے کاموں کے چھوڑنے میں قدرے دشواری ہے؟ اور کتنے کاموں کا چھوڑنا بہت مشکل نظر آتا ہے؟

پھر جو کام آسانی سے چھوڑے جاسکتے ہیں، کم از کم انہیں تو فوراً چھوڑ دیجئے اور جن چیزوں کے چھوڑنے میں کچھ دشواری ہے، انہیں رفتہ رفتہ چھوڑنے کی تدبیریں تو سوچئے اور جو کام بالکل نہیں چھوٹتے، ان پر کم از کم اللہ تعالیٰ سے استغفار تو کیا ہی جاسکتا ہے۔ نیز یہ دعا تو آپ کر ہی سکتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں ان گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

اگر اس تدبیر پر عمل کیا جاتا رہے تو یہ ناممکن نہیں کہ رفتہ رفتہ انسان کے اعمال بد میں نمایاں کمی نہ آتی چلی جائے مثلاً کوئی شخص بیک وقت سود خوری، مکروفریب، جھوٹ، غیبت، بدنگاہی، بدزبانی اور اس طرح کے سو گناہوں کو بیک وقت نہیں چھوڑ سکتا، لیکن کیا یہ بات اس کی قدرت میں نہیں ہے کہ وہ ان گناہوں میں سے کسی ایک آسان چیز کا انتخاب کرکے اسے چھوڑنے کا عزم کرلے اور باقی پر استغفار کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور ان سے نجات کی دعا کرتا رہے؟ اگر وہ دن بھر میں پچاس جگہوں پر جھوٹ بولتا ہے تو آئندہ کم از کم دس مقامات پر جھوٹ چھوڑ دے، اگر روزانہ پانچ سو روپے ناجائز طریقوں سے حاصل کرتا ہے تو ان میں سے جتنے کم سے کم آسانی سے چھوڑ سکتا ہو کم از کم انہیں چھوڑ دے اگر دن بھر میں کبھی ایک نماز نہیں پڑھتا تو پانچوں اوقات میں سے جو وقت آسان تر معلوم ہو کم از کم اس میں نماز شروع کردے اور باقی کے لئے دعا واستغفار کرتا رہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح بھڑکی ہوئی آگ سے بھاگتے وقت انسان یہ نہیں دیکھتا کہ بھاگ کر میں کتنی دور جاسکوں گا؟ بلکہ وہ بے ساختہ بھاگ ہی پڑتا ہے۔ اور اگر آگ اسے دبوچ ہی لے تو جب تک اس کے دم میں دم ہے وہ جسم کے جتنے زیادہ سے زیادہ حصے کو اس سے بچا سکتا ہے، بچاتا ہی رہتا ہے، اسی طرح دین کے معاملے میں بھی فکر یہ ہونی چاہئے کہ جس گناہ سے جس وقت بچ سکتا ہوں بچ جاؤں اور جس نیکی کی توفیق جس وقت مل رہی ہے کر گزروں، اگر ہم اور آپ اس طرز پر عمل پیرا ہوجائیں تو انشاء اللہ ایک نہ ایک دن اس آگ سے نجات مل کر رہے گی، لیکن ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر اس آگ کو زبانی صلواتیں ہی سناتے رہیں تو پھر اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں۔

یہ ہرگز نہ سوچئے کہ کروڑوں بدعمل انسانوں کے انبوہ میں کوئی ایک شخص سدھر گیا تو اس سے کیا فرق پڑے گا؟ یا ہزارہا گناہوں میں سے ایک گناہ کی کمی واقع ہوگئی تو اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ یاد رکھئے کہ اطاعت خداوندی ایک نور ہے اور نور کتنا ہی مدھم اور اس کے مقابلے میں تاریکی کتنی گھٹا ٹوپ ہو لیکن وہ بے فائدہ کبھی نہیں ہوتا، اگر آپ ایک ظلمت کدے میں ایک دم سرچ لائٹ روشن نہیں کرسکتے تو ایک چھوٹا سا چراغ ضرور جلا سکتے ہیں، اور بعید نہیں کہ اس چھوٹے سے چراغ کی روشنی میں آپ وہ سوئچ تلاش کرلیں جس سے سرچ لائٹ روشن ہوتی ہے اس کے برعکس جو احمق سرچ لائٹ سے مایوس ہوکر چھوٹا سا دیا بھی نہ جلائے اس کی قسمت میں ابدی تاریکیوں کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔

انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو بالکل تنہا ہوتے ہیں، اور ان کے چاروں طرف گمراہی کا اندھیرا چھایا ہوا ہوتا ہے لیکن اسی اندھیرے میں وہ ہدایت کا چراغ جلاتے ہیں، پھر چراغ سے چراغ جلتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ تاریکیاں کافور ہوجاتی ہیں اور اجالا پھیل جاتا ہے۔

لہٰذا خدا کے لئے اپنی مجلسوں میں یہ مایوسی کے جملے بولنا چھوڑیئے کہ ''بے دینی کا سیلاب ناقابل تسخیر ہوچکا ہے'' اس کے بجائے اس سیلاب کو روکنے اور اس سے بچنے کے لئے جو کچھ آپ کرسکتے ہیں، کر گزریئے، کوئی بڑی خدمت اگر بن نہیں پڑتی تو جو چھوٹی سے چھوٹی نیکی آپ کے بس میں ہے اس سے دریغ نہ کیجئے اور باقی کے لئے کوشش اور دعا سے ہمت نہ ہاریئے، قوم اور ملک افراد ہی کے مجموعے کا نام ہے اور اگر ہر فرد اپنی جگہ یہ طرز عمل اختیار کرلے تو بہت سے چھوٹے چھوٹے چراغ مل کر سرچ لائٹ کی کمی یوں بھی ایک حد تک پوری کردیتے ہیں، اور پھر عادت اللہ یوں ہے کہ جس قوم کے افراد اپنے آپ کو مقدور بھر بدلنے کا عزم کرلیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت ان کے شامل حال ہوجاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس میں سدھار پیدا کر ہی دیتا ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:

''اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کریں گے ہم انہیں ضرور اپنے راستوں کی ہدایت دیں گے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں مایوسی کے عذاب سے بچا کر اپنی حقیقی اصلاح کی طرف متوجہ فرمائے اور زمانے کے طوفانوں سے مرعوب ہونے کے بجائے ہمیں ان کے مقابلے کا حوصلہ اور اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(روزنامہ جنگ کراچی، ۳۰ رجون ۱۹۷۸ء)

خوداحتسابی کافقدان

بیان: شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوارالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔“ (المائدہ:۱۰۵)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، اگر تم صحیح راستے پر ہوں گے تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، اس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو۔“

امت مسلمہ مسائل کی دلدل میں:

محترم سامعین! آج ہم اگر ہر طرف دیکھیں گھر کے اندر یا باہر، اندرون ملک، بیرون ملک ہر جگہ مسلمان مسائل کا شکار ہیں۔ اندرون تو اختلاف اور جھگڑوں میں مبتلا ہیں تو بیرون غیر مسلم کے پنجے میں، اگر ان تمام مسائل پر غور کیا جائے تو ایک صحیح العقیدہ مسلمان یہ بات کہنے پر مجبور ہوگا کہ ان مصائب و تکالیف کی اصل وجہ دین سے دوری اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے انحراف ہے، آج امت مسلمہ کی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع چھوڑ کر اپنی من چاہی زندگی جو صرف خواہشات پر مبنی ہے اپنائی ہوئی ہے تو ان ہی اعمال کی وجہ سے صبح و شام نت نئی تکالیف اور مصائب کا شکار ہیں، قرآن مجید میں تمام مصائب اور مشکلات کا سبب ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:

”وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ۔“ (الشوریٰ:۳۰)

ترجمہ: ”جو کچھ مصیبتوں سے تم دوچار ہوتے ہو وہ سب تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بہت سے تمہارے بد اعمال اللہ تعالیٰ معاف بھی فرماتے ہیں یعنی ان کی کوئی سزا نہیں دیتے۔“

> آج امت مسلمہ کی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع چھوڑ کر اپنی من چاہی زندگی جو صرف خواہشات پر مبنی ہے اپنائی ہوئی ہے تو ان ہی اعمال کی وجہ سے صبح و شام نت نئی تکالیف اور مصائب کا شکار ہیں

مصائب و مشکلات کے اسباب:

بہر حال ہماری تمام تکالیف و مصائب، مسائل و مشکلات کا اصل سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سنت رسول سے روگردانی ہے اور یہ سبب سب کو معلوم بھی ہے، اسی طرح ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف جماعتیں دن رات مختلف طریقوں سے اصلاح کی کوششیں بھی کرتی ہیں، لیکن ان تمام کوششوں، قربانیوں کے باوجود بے دینی کا سیلاب دن بدن مزید پھیل رہا ہے گر دین جہاں پر کھڑا تھا وہاں سے پیچھے کی جانب تو آتا ہے مگر ترقی کی جانب سفر نہیں کرتا، اس کی وجہ اور سبب کیا ہے؟ تو اس کا جواب وہ آیت کریمہ ہے جو آپ حضرات کے سامنے خطبہ میں ذکر کی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔“ (المائدہ:۱۰۵)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، اگر تم صحیح راستے پر ہوں گے تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، اس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو۔“

ہمارا بنیادی مسئلہ:

محترم سامعین! جب اس آیت مبارک پر غور و فکر کریں تو ہمارے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جب بھی ہم اصلاح کی بات کرتے ہیں یا کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو ہماری نظر دوسروں کے عیوب پر ہوتی ہے کہ فلاں رشوت خور، زانی، شرابی، ڈاکو، حرام خور، قاتل، جھوٹا، بے نمازی وغیرہ ہے، اس کی اصلاح کرنا ضروری ہے ہر وقت یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ ہر چیز میں دھوکا و فریب ہو رہا ہے۔ عریانی و عیاشی کا بازار گرم ہے، یہی سب بد اعمال دوسرے لوگ ہی کرتے ہیں لیکن ہمیں کبھی بھی اپنی جان کی فکر کرنے کی نوبت نہیں آئی کہ یہ

امور باطلہ تو ہمارے اندر بھی موجود ہیں، یہ عیب اور برائیاں تو میرے اندر بھی پائی جاتی ہیں، میرا پہلا فرض تو یہ تھا کہ میں اپنی اصلاح پہلے کرتا لیکن ہمیں اپنے اندر کچھ بھی غلط نظر نہیں آرہا بلکہ غلطی صرف دوسرے لوگ کررہے ہیں، اس لئے قرآن مجید نے بڑے بہترین انداز میں فرمایا کہ:''

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ'' (المائدہ:۱۰۵)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اپنی اصلاح کی فکر کرو جب تم خود راہ راست پر آگئے تو پھر جو لوگ ہدایت یافتہ نہیں ہیں ان کے اعمال بد تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اس لئے کہ تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی واپس لوٹ کر جانا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے کہ ہر شخص کو صرف اپنے اعمال کا جواب دینا ہے اور ہر شخص سے اس کے اپنے اعمال کا سوال ہوگا، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے اعمال کا جائزہ لو کہ میرے کتنے اعمال اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری پر مشتمل ہیں اور کتنے نافرمانی پر، میرے کون سے کام سنت رسول کے موافق ہیں اور کتنے مخالف۔

نکتہ چینی:

میرے محترم سامعین! بعض اوقات آدمی کی نظر دوسرے لوگوں پر ہوتی ہے کہ فلاں فلاں عیوب میں مبتلا ہیں اور اپنے عیوب سے غافل اور بے فکر ہوجاتا ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا: ''من قال: هلك الناس فهو اهلكهم'' یعنی جو شخص یہ کہے کہ تمام لوگ ہلاک ہوگئے، کیونکہ ان کے اعمال و کردار گفتار خراب ہیں تو سب سے زیادہ ہلاکت کا شکار وہ شخص خود ہے جو دوسروں کی برائیاں تو بیان کررہا ہے مگر اپنی حالت سے بے خبر ہے اور اگر ہم اپنی حالت پر غور وفکر کریں اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور ان کی اصلاح کی فکر کریں تو یقیناً ہمیں اپنی جانیں سب سے زیادہ معیوب اور بری نظر آئیں گی اور دوسرے لوگ خود سے بہتر معلوم ہوں گے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کی تواضع وکسر نفسی:

حضرت ذوالنون مصریؒ بڑے درجے کے اولیاء اللہ اور اتنے اونچے درجے کے بزرگ ہیں کہ ہم لوگ اس کا تصور وخیال بھی نہیں کرسکتے۔ ان کے بارے میں ایک عجیب وغریب واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ ان کے شہر میں قحط پڑگیا اور بارشیں بند ہوگئی، لوگ انتہائی پریشان حال اور مجبور ہوگئے اور بارش کے لئے دعائیں اور نمازیں پڑھ رہے تھے، کچھ لوگوں نے سوچا کہ آج کے دور میں کائنات کا سب سے بڑا ولی اور بزرگ حضرت ذوالنون مصریؒ ہیں، ان کے پاس جاکر دعا کی درخواست کرتے ہیں، جب وہ اللہ کے حضور دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا، چنانچہ قوم اکٹھی ہوکر حضرت ذوالنون مصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت: آپ دیکھ رہے ہیں کہ پوری قوم قحط اور تکلیف میں مبتلا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرمائے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ دعا تو میں کروں گا ان شاء اللہ! لیکن ایک بات سن لو، وہ یہ کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:

''وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ'' (الشوریٰ:۳۰)

جو کچھ تمہیں دنیا کی مصیبت یا پریشانی آتی ہے وہ لوگوں کی بداعمالیوں اور گناہوں کی وجہ سے آتی ہے۔ لہٰذا اگر بارش نہیں ہورہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بداعمالیوں اور گناہوں میں مبتلا ہیں اور ان گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت کے دروازے بند کردیئے ہیں، اس لئے سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم میں سے کون سا شخص سب سے زیادہ گناہگار ہے، لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ پوری بستی میں مجھے اپنی ذات سے زیادہ گناہگار آدمی نظر نہیں آرہا اور میرا غالب گمان بھی یہ ہے کہ بارش کا رُکنا اور قحط کا آنا اس وجہ سے ہے کہ میں اس علاقے میں موجود ہوں۔ جب میں اس گاؤں سے باہر جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس گاؤں کی طرف متوجہ ہوگی ان شاء اللہ! اس لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس قحط سالی کا علاج یہ ہے کہ میں اس علاقے سے دور چلا جاؤں، اللہ تعالیٰ تمہیں خیر وعافیت نصیب فرماکر تمام قوم پر رحم وکرم کا معاملہ فرمائے۔

قابل تقلید عمل:

محترم حضرات دیکھئے! حضرت ذوالنون مصریؒ جیسا بزرگ اور اللہ کا کامل بندہ یہ خیال کررہا ہے کہ اس علاقے میں مجھ سے بڑا گناہگار کوئی نہیں۔ اس لئے اگر میں اس علاقے سے نکل جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اس بستی پر رحم فرماکر ان کی پریشانی دور فرمادیں گے۔ اب بتایئے کہ کیا وہ جھوٹ بول رہے تھے؟ حضرت ذوالنون مصریؒ جیسے ولی اللہ کی زبان سے جھوٹ نہیں نکل سکتا بلکہ وہ حقیقتاً اپنے آپ کو یہ سمجھتے تھے کہ سب سے زیادہ گناہگار اور عیب دار میں خود ہوں اور وہ اس لئے یہ سوچ رکھتے تھے کہ ہر وقت ان کی نظر اپنی ذات پر تھی کہ میرے اندر کیا عیوب اور نقائص ہیں اور ان کو میں کیسے ختم کروں گا۔

اپنے اعمال کا جائزہ:

بہرحال جب تک دوسروں کو دیکھتے رہے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ فلاں کے اندر یہ عیب ہے اور فلاں کے اندر یہ برائی ہے لیکن جب اپنے عیوب پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی اتنا بڑا مجرم نہیں جتنا بڑا مجرم میں

خود ہوں، اس لئے کہ جب اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی توفیق ہوئی تو سارے عیوب اور نقصانات سامنے آ گئے۔ یاد رکھیں! کوئی انسان دوسرے انسان کے عیوب اور برائی سے اتنا واقف نہیں ہوسکتا جتنا انسان اپنی برائی سے واقف ہوتا ہے۔

معاشرے کی اصلاح:

محترم سامعین! معاشرے کی اصلاح تو اس وقت ہوگی جب ہم سوچیں کہ میں جھوٹ بولنے کا عادی ہوں تو کس طرح میں جھوٹ سے چھٹکارا حاصل کرسکوں گا؟ میں غیبت کرنے کا عادی ہوں تو اس غیبت کو کیسے چھوڑوں گا، میں دھوکا باز ہوں اس جرم سے کیسے نجات حاصل ہوگی، اگر سودی کاروبار کرتا ہوں یا سود کا پیسہ کھاتا ہوں تو اس عظیم لعنت سے اپنے آپ کو کیسے بچاؤں۔ اگر میں بے پردگی اور عریانی و فحاشی میں مبتلا ہوں تو میں کیسے اس سیلاب سے خود کو محفوظ کروں گا اور ان تمام عیوب کی اصلاح اپنی ذات سے شروع کرنا پڑے گی، جب تک ہمارے اندر یہ فکر پیدا نہیں ہوگی، یاد رکھیں اس وقت تک میں اصلاح کی یہ فکر دوسروں کے اندر منتقل نہیں کرسکتا، اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا کہ:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔" (المائدہ:۱۰۵)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، اگر تم صحیح راستے پر ہوں گے تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، اس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو۔"

سنت نبوی کی پیروی:

میرے محترم سامعین! جب یہ فکر ہر ایک شخص کے ذہن میں پیدا ہوگی تو یہ معاشرہ خود بخود صحیح سمت روانہ ہو جائے گا اور موجودہ تمام مسائل خود بخود حل ہوں گے اور اس کی زندہ و تابندہ مثال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی زندگی اور صحابہ کرامؓ کا مجاہدانہ کردار ہے، آیئے دیکھتے ہیں کہ عرب کا وہ انتہائی گمراہ اور جہالت میں ڈوبا ہوا معاشرہ جس میں کائنات کا ہر گناہ اور ہر فساد موجود تھا کس طرح ہدایت کا تابندہ سورج بن کر تمام دنیا کے لئے اسلام اور امن، خوشحالی اور کامیابی والا معاشرہ بن گیا اور ۲۳ سال کے مختصر عرصے کی محنت کے بعد وہ قوم پوری دنیا کے لئے ایک مثال اور نمونہ بن کر ابھرتی ہے یہ انقلاب کیسے آیا؟

> ہر شخص سے اس کے اپنے اعمال کا سوال ہوگا، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے اعمال کا جائزہ لو کہ میرے کتنے اعمال اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری پر مشتمل ہیں اور کتنے نافرمانی پر، میرے کون سے کام سنت رسول کے موافق ہیں اور کتنے مخالف

حضور اکرم ﷺ کی پالیسی:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ۲۳ سالوں میں سے ۱۳ سال مکہ مکرمہ میں گزارے اس کی دور میں نہ جہاد کا حکم، نہ کوئی سرداری اور حکمرانی ہے بلکہ اس وقت حکم یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا بدلہ بھی مت لو بلکہ برداشت کرتے رہو، صبر کا دامن ہاتھ سے جانے مت دینا، مکی زندگی کی تکالیف آپ حضرات کے سامنے کئی مرتبہ ذکر کرچکا ہوں، حضرت بلال حبشیؓ کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا جاتا سینے پر پتھر کی سلیں رکھی جاتیں، عمار کے والد حضرت یاسرؓ کو بے دردی سے شہید کیا گیا، حضرت سمیہؓ کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے شہید کیا گیا اور یہ مطالبہ کیا جارہا تھا کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا انکار کرو، جس وقت صحابہ کرام پر یہ ظلم کیا جارہا تھا تو اس کے جواب میں صحابہ کرامؓ کم از کم ایک تھپڑ اور لات تو مار سکتے تھے لیکن اس وقت حکم یہ تھا کہ تکلیف برداشت کرتے رہو بدلہ لینے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا مکی زندگی کے ۲۳ سال اس طرح گزرے کہ اس میں حکم یہ تھا عبادت میں لگے رہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے برداشت اور صبر کا دامن مت چھوڑو۔ تو اس کے بعد مدینہ طیبہ کی زندگی کا آغاز ہوا پھر آپ نے وہاں ایسا نظام قائم فرمایا کہ کائنات نے ایسا نظام نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی تا قیامت دیکھ سکے گی اور وجہ صرف یہ تھی کہ ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر میں مگن تھا اور ان کا پہلا کام یہ تھا کہ اپنی اصلاح کی فکر کرو اپنی اصلاح کے بعد جب انسان آگے دوسروں کی اصلاح کی طرف قدم بڑھائے گا تو ان شاء اللہ! اس میں کامیابی و کامرانی اس کے قدم چومے گی، پھر وہی ہوا کہ صحابہ کرامؓ جس جگہ پر بھی پہنچے فتح ہی فتح، غلبہ ہی غلبہ اور تمام عالم کفر ان سے مرعوب تھا۔

اپنے آپ کا محاسبہ:

محترم حضرات! میری تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ آج ہماری اصلاح کی تمام کوششیں اور قربانیاں ناکامی کا شکار ہیں اور معاشرے پر ان کا کوئی نمایاں اثر نظر نہیں آتا، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ اپنی اصلاح کے بجائے دوسرے لوگوں کے لئے مصلح بن گئے ہیں، حالانکہ پشتو میں ضرب المثل ہے کہ "چھلنی نے کوزے کو کہا کہ تم میں دو سوراخ ہیں" یہی ہماری حالت ہے کہ خود عیوب سے بھرے پڑے ہیں اور دوسروں کی اصلاح کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحیح طریقے سے اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بشکریہ ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک، اکتوبر ۲۰۱۶ء)

مسواک حقیقت، فضیلت

مولانا فضل الرحیم

”عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: السواک مطہرۃ للفم و مرضاۃ للرب۔“

(رواہ الشافعی واحمد والدارمی والنسائی)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کی پاکی کا سبب ہے، پروردگار کی خوشنودی کا باعث ہے۔“

لفظ ”سواک“ (سین کی زیر کے ساتھ) عربی زبان میں: ”مایدلک بہ الاسنان“ (وہ لکڑی جس سے دانتوں کو رگڑا جائے) کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ ”ساک یسوک سوکا“ سے ماخوذ ہے، یعنی مسواک سے رگڑنا۔ عربی زبان میں لفظ ”سواک“ معنی مصدری (مسواک کرنا) اور آلہ (مسواک) دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، البتہ اردو زبان میں مصدری معنی ادا کرنے کے لئے ”مسواک کرنا“ کہتے ہیں اور دانت رگڑنے کے آلہ کے لئے لفظ ”مسواک“ استعمال کرتے ہیں، جو کہ عربی گرامر کے اعتبار سے اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ لفظ سواک سے جب آلہ (مسواک) مراد ہوگا، اس وقت اس کی جمع سوک آئے گی، جیسے کتاب کی جمع کتب۔ عربی لغات میں اس لفظ کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ: لفظ سواک ماخوذ ہے ”تساوکت الابل“ سے، جب کہ اونٹ ضعف کی وجہ سے بہت آہستہ اور نرم چال سے چل رہے ہوں، لہٰذا اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہوا کہ مسواک نرمی سے کرنا چاہئے۔

فقہی اصطلاح میں سواک کہتے ہیں لکڑی وغیرہ استعمال کرنا تاکہ دانتوں کی گندگی اور پیلا پن دور ہو جائے۔ افضل یہ ہے کہ مسواک کسی کڑوے درخت کی ہو۔ افضل مسواک اراک یعنی پیلو کی ہے۔ اس کے بعد زیتون کی مسواک ہے، یہ دستیاب نہ ہوں تو کسی بھی درخت کی شاخ یا جڑ بطور مسواک استعمال کی جا سکتی ہے۔

ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ مسواک کرنا سنت ہے، لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ مسواک کرنا وضو کی سنت ہے یا نماز کے لئے سنت ہے؟ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک سنن وضو اور سنن صلوٰۃ دونوں میں سے ہے۔ بعض حضرات جب حج اور عمرہ کے لئے جاتے ہیں تو وہاں اہل عرب کو دیکھتے ہیں کہ وہ نماز میں شامل ہونے سے پہلے بلکہ کبھی کبھی صف میں کھڑے کھڑے مسواک کرتے ہیں تو وہ حیرت سے بعد میں سوال کرتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ شافعی اور حنبلی حضرات کے نزدیک مسواک کرنا مستقل طور پر نماز کی بھی سنت ہے، البتہ احناف کے نزدیک مشہور قول کے مطابق صرف وضو کی سنتوں میں سے ہے۔ نماز کی سنتوں میں سے نہیں ہے، لیکن ایک قول ہمارے ہاں بھی موجود ہے، جیسا کہ شیخ ابن الہمام نے لکھا ہے کہ مسواک کرنا پانچ اوقات میں مستحب ہے:

(۱)عند اصفر الاسنان (جب دانت پیلے ہو جائیں)۔

(۲)عند تغیر الرائحہ (جب منہ میں بو پیدا ہو جائے)۔

(۳)عند القیام من النوم (نیند سے بیدار ہوتے وقت)۔

(۴)عند القیام الی الصلوٰۃ (نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت)۔

(۵)عند الوضوء (وضو کے وقت)۔

لہٰذا اس قول کی بنا پر احناف کے نزدیک مسواک کرنا وضو کے وقت سنت موکدہ ہے اور نماز کے وقت سنت غیر موکدہ، مستحب ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی مسواک کرنا وضو کی سنت ہے۔ لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر وضو اور نماز کے درمیان کافی زیادہ وقت کا فاصلہ ہو تو پھر نماز کے وقت بھی مسواک کرنا سنت ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اگر نماز سے تھوڑی دیر پہلے وضو کیا ہو تو پھر وضو میں مسواک کرنا کافی ہے اور اگر وضو کئے ہوئے کافی دیر ہو چکی ہے تو پھر نماز کے وقت صرف مسواک کر لی جائے تو بہتر ہے تاکہ تمام احادیث پر عمل ہو جائے۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی بہت فضیلت ارشاد فرمائی ہے۔ نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد نبوی مروی ہے کہ مسواک سے منہ کی پاکیزگی اور صفائی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور مسند احمد کی روایت میں ہے: ”صلوٰۃ بسواک افضل من سبعین صلوٰۃ بغیر سواک“ (وہ ایک نماز جو مسواک کر کے پڑھی جائے ان ستر نمازوں سے بہتر

ہے جو بغیر مسواک پڑھی جائیں)۔

علامہ ابن القیم اس قدر بڑی فضیلت کی حکمت تحریر فرماتے ہیں کہ مسواک کرکے نماز پڑھنا اہتمام پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندہ سے عبادات میں اہتمام ہی مطلوب ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کو فطری عبادات میں شمار فرمایا ہے۔

مسواک کے خواص کے سلسلہ میں ملا علی قاری نے بعض علماء سے مسواک کے ستر فوائد نقل کیے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: "ادناھا تذکر الشھادتین عند الموت" (مسواک کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ شہادت یاد آجاتا ہے)۔ علامہ شامی نے بھی یہی بات لکھی ہے، لیکن انہوں نے "ادناھا" کے بجائے "اعلاھا" لکھا ہے، یعنی یہ سب سے بڑا فائدہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے کہ: "اگر میں مسلمانوں کے حق میں مشقت محسوس نہ کرتا اور مجھے مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں ان کے لئے ہر نماز کے وقت مسواک کو ضروری قرار دیتا۔" ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن خالد الجہنی کو دیکھا کہ جس وقت وہ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے تو مسواک ان کے کان کے پیچھے اس طرح لگی رہتی جس طرح لکھنے والے کان کے پیچھے قلم رکھا رہتا ہے۔ (جیسا کہ ہمارے معاشرے میں مستری، بڑھئی وغیرہ کان کے پیچھے پنسل لگائے رکھتے ہیں) چنانچہ زید بن خالد جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کان کے پیچھے سے مسواک نکال کر مسواک کرتے، اس روایت سے صحابہ کرامؓ کے ہاں مسواک کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

مسواک کی کیفیت اور مسائل کے بارے میں مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، جن میں شیخ احمد الزاہدی کی "تحفۃ السالک فی فضائل المساوک" کی تصنیف قابل ذکر ہے اور متفرق طور پر مسواک کی کیفیت مسائل کا ذکر تفصیلاً کتب فقہ میں موجود ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مسواک سیدھی ہو، گرہ دار نہ ہو، کم از کم چار انگل لمبی ہو اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو، مگر باریک ہو۔ پہلے ایک مرتبہ کلی کر لیں، پھر مسواک کو دھو کر دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑیں کہ درمیانی تین انگلیاں مسواک کے اوپر چھنگلیا (سب سے چھوٹی انگلی) نیچے اور انگوٹھا مسواک کے نیچے اور منہ کے سامنے آجائے۔

مسواک دانتوں کی چوڑائی میں (دائیں، بائیں) کریں۔ لمبائی میں نہ کریں۔ (جدید میڈیکل سائنس میں دانتوں کے معالج بھی مریضوں کو تلقین کرتے ہیں کہ برش یا مسواک دانتوں پر اس طرح رگڑیں کہ مسوڑھے زخمی نہ ہوں) پہلے دائیں طرف، پھر سامنے کے دانتوں میں، پھر بائیں طرف اسی طرح اندر کی طرف۔ تین دفعہ مسواک کرنا اور ہر دفعہ مسواک کو دھو لینا مسنون ہے، اگر وقت کم ہو تو ایک دفعہ بھی کر سکتے ہیں۔ علامہ طحاوی حاشیہ علی مراقی الفلاح، ص:۳۸ میں لکھتے ہیں کہ لیٹ کر مسواک کرنا یا مٹھی سے پکڑ کر مسواک نہیں کرنی چاہئے۔ در مختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ مسواک چوسنا، فراغت کے بعد دھو کر نہ رکھنا، مسواک کو کھڑا کر کے نہ رکھنا، الٹی کر کے رکھنا اور کسی دوسرے کی مسواک کرنا منع ہے۔

یہاں جب یہ کہا جائے کہ دوسرے کی مسواک کرنا منع ہے تو یہاں بلا اجازت دوسرے کی مسواک کرنا مراد ہے۔ اگر دوسرا اجازت دے تو پھر جائز ہے، جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرمارہے تھے اور آپ کے پاس دو شخص حاضر تھے تو آپ نے ان کو اپنی مسواک کرنے کے لئے دی تھی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسواک زبان پر بھی کرنی چاہئے، جس سے زبان بھی صاف ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت حذیفہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو مسواک کے ذریعہ اپنے منہ کو صاف کرتے تھے۔

جدید دور میں برش، منجن، پیسٹ کے بارے میں سوال ابھرتا ہے کہ کیا یہ مسواک کا بدل ہو سکتا ہے؟ تو اس کا واضح جواب یہ ہے کہ مسواک کا فائدہ یعنی دانتوں کی صفائی تو یقیناً برش سے حاصل ہو سکتی ہے، لیکن سنت اسی وقت ادا ہوگی جب مسواک لکڑی کی ہو اور اسی کیفیت میں ہو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

اس لئے برش، سنت مسواک کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اس جواب کو تنگ نظری یا دقیانوسیت پر محمول نہ کیا جائے، اس لئے کہ نشتر میڈیکل کالج ملتان کے پروفیسر آف میڈیسن ڈاکٹر نور احمد نور اپنے تحقیقی مقالہ "دین فطرت" میں لکھتے ہیں کہ:

"یورپ میں اب اس بات پر ریسرچ ہو رہی ہے کہ دانتوں کی صفائی اور صحت کے لئے بہترین مسواک کون سی ہے؟ کیونکہ وہاں کے ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ مسواک کا ریشہ اب تک دریافت ہونے والے ریشوں میں سے دانتوں کے لئے بہترین اور موزوں ترین ہے۔"

صاحب مراقی الفلاح نے ص: ۳۸ میں حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عطاؒ سے مسواک کے بہت سے فضائل تحریر فرمائے ہیں:

"ان میں سے چند ایک یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے، نماز کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے، رزق میں اضافہ، بینائی میں اضافہ، معدہ کی درستگی، بدن کی طاقت، فصاحت میں اضافہ، یادداشت اور حافظہ میں اضافہ، ہضم طعام میں معاون اور اب جدید سائنس میں بھی دانتوں کی صفائی کو بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کا طریقہ قرار دیا گیا ہے۔"

لیکن ایک مسلمان تو صرف اسی لئے مسواک کرے گا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، پھر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت کے فیوض و برکات بھی ضرور نصیب فرمائے گا۔ ☆☆☆

دینی مدارس کی مشکلات اور اساتذہ وطلبہ کا عزم

مولانا زاہد الراشدی

اب سے ڈیڑھ سو برس قبل جب دینی مدارس کے قافلہ کا سفر شروع ہوا تو تاریخ کے سامنے یہ منظر تھا کہ متحدہ ہندوستان ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہل وطن کی ناکامی بلکہ خانماں بربادی کے زخموں سے چور ہے، خاص طور پر مسلمانوں کا ملی وجود اپنی تہذیبی روایات واقدار اور دینی تشخص کے تحفظ وبقا کے لیے کسی اجتماعی جدوجہد کی سکت کھو چکا ہے۔ بیرونی استعمار کے ہاتھوں اپنے تعلیمی، سیاسی، معاشی، انتظامی، معاشرتی و ثقافتی تشخص اور ملی اداروں سے محروم ہو کر اس خطہ کے مسلمان بھرے "زیرو پوائنٹ" پر کھڑے ہیں اور ماضی میں اندلس اور اسپین کے تلخ تجربہ کا پس منظر جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے مستقبل کے حوالہ سے ہر صاحب فکر و دانش کو بے چین کیے ہوئے ہے۔

اس فضا میں چند اصحاب دل اور ارباب فکر ودانش نے ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کے تحفظ، قرآن وسنت کی تعلیم کے ساتھ ان کی وابستگی، اور ان کی تہذیبی ودینی اقدار کا ماحول برقرار رکھنے کے لیے نئی جدوجہد کا آغاز کیا، اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ۱۸۶۶ء میں دیوبند کے قصبہ سے اپنا سفر شروع کر دیا۔ یہ ان کے خلوص وللّٰہیت کی برکت تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کا یہ مشن جنوبی ایشیا کے طول وعرض میں پھیلتا چلا گیا۔ ابتدائی دور میں دیوبند کی ایک دینی درسگاہ اور اس کے ساتھ مظاہر العلوم سہارنپور، مدرسہ قاسمیہ مراد آباد اور معین الاسلام ہاٹ ہزاری جیسے چند ادارے تھے، مگر آج جنوبی ایشیا بلکہ دنیا کے دیگر خطوں میں بھی لاکھوں مدارس پر مشتمل ایک وسیع نیٹ ورک علمی، فکری، اور تہذیبی دائروں میں پورے عزم و استقلال کے ساتھ مصروف کار ہے، اور تاریخ ان مدارس کے اس عظیم کردار کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ ان دینی درسگاہوں نے اس خطہ کو اسپین بننے سے بچالیا جس کا ذکر مفکر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے اسپین کے دورے سے واپسی پر ان الفاظ میں کیا کہ: "ان مدارس کو اسی حالت میں رہنے دو اور انہیں اسی طرح اپنا کام کرنے دو، یہ مدارس اگر خدانخواستہ باقی نہ رہے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ وہ میں اپنی آنکھوں سے اسپین میں دیکھ آیا ہوں۔"

قرآن وسنت اور ان سے متعلقہ ضروری علوم کی تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور انہیں بحفاظت اگلی نسلوں تک منتقل کرنے میں کامیاب رہے۔

مسجد ومکتب کے ادارے کو امام، خطیب، مدرس، حافظ، قاری اور مفتی وغیرہ کی صورت میں رجال کار فراہم کر کے عام مسلمانوں کا دین کے ساتھ تعلق قائم رکھا۔

اسلامی عقائد وروایات کے خلاف لادینیت کی یلغار کا مقابلہ کیا اور نہ صرف عقائد واحکام بلکہ تہذیبی اقدار وروایات کے معاشرتی ڈھانچے کو برقرار رکھنے میں بھی کامیابی حاصل کی۔

بیرونی استعمار کے تسلط سے نجات اور آزادی کی جدوجہد میں نہ صرف علمی وفکری راہ نمائی مہیا کی بلکہ قائدین اور کارکنوں کی ایک وسیع کھیپ تسلسل کے ساتھ فراہم کی جن کی قربانیوں کے نتیجے میں وطن عزیز آزاد ہوا اور دنیا کے نقشے پر "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے نام سے ایک نئی اسلامی ریاست وجود میں آئی۔

تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ اصلاح وارشاد، دعوت وتبلیغ، اور وعظ ونصیحت کا ہر سطح پر ایسا نظام دیا جس کی برکات سے پورا معاشرہ شب وروز مستفید ہو رہا ہے۔

مسلمانوں میں اپنے اس تہذیبی امتیاز اور دینی تشخص کا شعور اجاگر کیا جو بالآخر دو قومی نظریہ اور مسلمانوں کے ایک الگ ملک کے قیام کی اساس ثابت ہوا۔

عام مسلمانوں کی دینی راہ نمائی اور ان کی احکام شریعت کے ساتھ وابستگی کو قائم رکھنے کے لیے ان دینی مدارس کے سینکڑوں دارالافتاء مسلسل مصروف کار رہے۔ اور انہوں نے فتویٰ واجتہاد کے اس تسلسل کو برقرار رکھا جو وقت اور حالات کے تغیر کے ساتھ ساتھ احکام شریعت کی تطبیق وترویج کا سلسلہ جاری رکھنے کا ذریعہ بنا۔

ادب وخطابت، صحافت، شعر وشاعری اور ابلاغ کے دیگر شعبوں میں نامور شخصیات پیدا کیں جنہوں نے دینی وقومی مسائل پر قوم کی جرأتمندانہ راہ نمائی کی۔

کسی قسم کی سرکاری امداد ومعاونت سے بے نیاز رہ کر محدود وسائل بلکہ بے سروسامانی کے ماحول میں عالم اسلام کو ایک ایسا وسیع، منظم، مربوط اور متحرک نظام تعلیم دیا جس کی سادگی، اثر پذیری، قناعت پسندی، اور پیہم سعی آج پوری دنیا کے تعلیمی ماحول کے لیے قابل رشک ہے، وغیرہ ذالک۔

دینی مدارس کی یہ محنت وکاوش گزشتہ ڈیڑھ سو برس

سے ریاستی سرپرستی اور تعاون کے ماحول میں نہیں بلکہ حوصلہ شکنی، کردار کشی، اور مخاصمت کی فضا میں جاری ہے جو بیرونی استعمار کے دور میں تو قابل فہم تھی، لیکن اسلام کے نام پر اور مسلمانوں کے تہذیبی اور دینی تشخص کی بقا کے عنوان سے وجود میں آنے والے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں بھی اشرافیہ اور مقتدر طبقات کا اسی روش پر قائم رہنا تعجب خیز بلکہ انتہائی افسوسناک ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کے بعد ہمارے مقتدر طبقات کی ذمہ داری تھی کہ وہ ملک کے ریاستی تعلیمی نظام کو نوآبادیاتی ایجنڈے اور ماحول سے نجات دلا کر ایک آزاد، خودمختار اور باوقار اسلامی ملک کے طور پر قرآن و سنت کے علوم، عصری تعلیمی وفنی ضروریات، اور مسلمانوں کی شاندار تہذیبی روایات واقدار کی بنیاد پر از سر نو استوار کرتے۔ مگر ریاستی نظام تعلیم کو صحیح رخ پر لانے کی بجائے ریاستی اداروں کی توجہ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک دینی تعلیم دینے والے اداروں اور طبقات کی کردار کشی، حوصلہ شکنی اور ان کے کام میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالنے پر مرکوز ہے۔ جبکہ دینی مدارس کے خلاف وقفہ وقفہ سے کی جانے والی ریاستی کاروائیاں نشاندہی کر رہی ہیں کہ عالمی استعمار کی طرح ہمارے ملک کی اسٹیبلشمنٹ بھی دینی مدارس کو کمزور کرنے اور انہیں اپنے تاریخی معاشرتی کردار سے محروم کردینے کی پالیسی پر گامزن ہے اور عالمی سیکولر قوتیں، لابیاں اور میڈیا اس مشن میں ان کا پوری طرح معاون ہے۔

دینی مدارس کے لیے یہ صورت حال نئی نہیں ہے۔ وہ تو گزشتہ ڈیڑھ صدی سے اسی ماحول میں کام کرتے آ رہے ہیں اور ان کاروائیوں نے ان کا سفر روکنے کی بجائے ہمیشہ ان کے لیے مہمیز کا کام دیا ہے جو دینی مدارس کی وسیع تر کارکردگی کی موجودہ صورت حال سے واضح ہے۔ البتہ اس قسم کی کاروائیاں خود ملک کی اسٹیبلشمنٹ کی اسلام اور نظریہ پاکستان کے ساتھ وابستگی کے حوالہ سے سوالیہ نشان بن چکی ہیں۔

مگر اس سب کچھ کے باوجود دینی مدارس کے منتظمین، معاونین، اساتذہ اور طلبہ اپنے اس عزم پر بحمد اللہ تعالیٰ قائم دکھائی دیتے ہیں کہ:

☆...... مسلمانوں کا دین کے ساتھ تعلق قائم رکھنے، انہیں قرآن و سنت کی ضروری تعلیم فراہم کرنے، اسلامی عقائد وروایات کے تحفظ، اسلام کے خلاف فکری وتہذیبی یلغار کے مقابلہ، وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک فلاحی جمہوری اسلامی ریاست بنانے، اور مسجد و مدرسہ کے معاشرتی کردار کا تسلسل جاری رکھنے کے لیے ان کی جدوجہد جاری رہے گی۔

☆...... وہ وطن عزیز کی سالمیت واستحکام، قومی خودمختاری، ملک کی جغرافیائی ونظریاتی سرحدوں کے تحفظ، اور ملی وقومی مقاصد کے لیے پر امن قانونی جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں۔ ہر قسم کی دہشت گردی کی مذمت کرتے ہوئے اس سے حسب سابق مکمل برأت کا اعلان کرتے ہیں، دینی مدارس پر بے بنیاد الزامات اور معاندانہ کاروائیوں کو مسترد کرتے ہیں اور لادینی تہذیب، اباحیت مطلقہ اور مذہب بیزار فکر وثقافت کا علمی وفکری تعاقب ہر سطح پر اور ہر دائرہ میں جاری رکھنے کا عزم رکھتے ہیں۔

☆...... وہ حکومت پاکستان، ریاستی اداروں اور مقتدر طبقات کی موجودہ روش کو اسلام اور نظریہ پاکستان کے منافی سمجھتے ہوئے ان سے تقاضہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں اور حکومتی پالیسیوں کو اسلام، دستور پاکستان اور عوام کی خواہشات کے دائرے میں لانے کے لیے فوری اقدامات کریں۔

☆...... وہ ملک کے تمام مکاتب فکر اور دینی جماعتوں کی قیادتوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ مشترکہ دینی وقومی مقاصد کے لیے باہمی رابطوں اور اتحاد کو مستقل اور یقینی بنانے کی طرف آگے بڑھیں گے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کو سیکولر یا لبرل ملک بنانے کے اعلانات اور عزائم کو متحد ہو کر ناکام بنا دیں گے۔

☆...... وہ ملک کی سلامتی، امن عامہ کے قیام و استحکام اور بیرونی دشمنوں کے مقابلہ کے لیے وطن عزیز کی مسلح افواج پر مکمل اعتماد رکھتے ہیں اور ان مقاصد کے لیے ان کے اقدامات اور کاروائیوں کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ملک کی جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ ساتھ وطن عزیز کی نظریاتی اور تہذیبی سرحدوں کی حفاظت بھی ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور ہم سب کو مل جل کر وطن عزیز اور پاکستانی قوم کے خلاف عالمی تہذیبی یلغار کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

☆...... وہ دینی مدارس کے اساتذہ، طلبہ اور کارکنوں کے لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی تعلیمی و ثقافتی جدوجہد میں دستور وقانون اور امن وسلامتی کے تقاضوں کی مکمل پاسداری کریں، امن عامہ کے قیام کے لیے ریاستی اداروں کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں اور شر پسند عناصر کو کسی طرح بھی اپنی صفوں میں گھسنے کا موقع نہ دیں۔

☆...... وہ یہ اعلان بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس اور ان کے اساتذہ وطلبہ کی دینی جدوجہد کا دائرہ صرف اور صرف تعلیم وتدریس، اسلامی عقائد کا تحفظ اور مسلمانوں کی تہذیبی ثقافت وماحول کی بقا وحفاظت ہے جو تمام تر رکاوٹوں کے باوجود جاری رہے گی۔ ملک کی انتخابی وگروہی سیاست اور اقتدار کی کشمکش سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ملک کی تمام دینی اور اسلام پسند سیاسی جماعتیں ان کے لیے اس حوالہ سے یکساں ہیں اور وہ سب سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ دینی تعلیم کے فروغ اور اسلامی عقائد وثقافت کے تحفظ کے لیے دینی مدارس کا ساتھ دیں گی۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۱ را کتوبر ۲۰۱۶ء)

اسلام میں وصیت کا قانون

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

وصیت کیا ہے؟

وصیت میت کے اس حکم کو کہتے ہیں جس پر موت کے بعد عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص انتقال کے وقت یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد میری جائداد میں سے اتنا مال یا اتنی زمین فلاں شخص یا فلاں دینی ادارہ یا مسافر خانہ یا یتیم خانہ کو دے دی جائے تو یہ وصیت کہلاتی ہے۔ وصیت کو دو گواہوں کی موجودگی میں تحریر کرنا چاہیے تاکہ بعد میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ شریعت اسلامیہ میں وصیت کا قانون بنایا گیا ہے: تاکہ قانون میراث کی رو سے جن عزیزوں کو میراث میں حصہ نہیں پہنچ رہا ہے اور وہ مدد کے مستحق ہیں، مثلاً کوئی یتیم پوتا یا پوتی موجود ہے یا کسی بیٹے کی بیوہ مصیبت زدہ ہے یا کوئی بھائی یا بہن یا کوئی دوسرا عزیز سہارے کا محتاج ہے تو وصیت کے ذریعہ اس شخص کی مدد کی جائے۔ وصیت کرنا اور نہ کرنا دونوں اگرچہ جائز ہیں لیکن بعض اوقات میں وصیت کرنا افضل وبہتر ہے۔ ایک تہائی جائیداد میں وصیت کا نافذ کرنا وارثوں پر واجب ہے، یعنی مثلاً اگر کسی شخص کے کفن دفن کے اخراجات، دیگر واجبی حقوق اور قرض کی ادائیگی کے بعد ۹ لاکھ روپے کی جائیداد بچتی ہے تو ۳ لاکھ تک وصیت نافذ کرنا وارثین کے لیے ضروری ہے۔ ایک تہائی سے زیادہ وصیت نافذ کرنے اور نہ کرنے میں وارثین کو اختیار ہے۔ کسی وارث یا تمام وارثین کو محروم کرنے کے لیے اگر کوئی شخص وصیت کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے وارث کو میراث سے محروم کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت سے محروم رکھے گا (کچھ عرصہ کے لیے)۔ (ابن ماجہ وبیہقی) انتقال کے بعد ترکہ (جائداد یا رقم) کی تقسیم صرف اور صرف وراثت کے قانون کے اعتبار سے ہوگی۔

ابتدائے اسلام میں جب تک میراث کے حصے مقرر نہیں ہوئے تھے، ہر شخص پر لازم تھا کہ اپنے وارثوں کے حصے بذریعہ وصیت مقرر کرے تاکہ اس کے مرنے کے بعد نہ تو خاندان میں جھگڑے ہوں اور نہ کسی حق دار کا حق مارا جائے۔ لیکن جب بعد میں تقسیم وراثت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود اصول وضوابط بنادیے جن کا ذکر سورۃ النساء میں ہے تو پھر وصیت کا وجوب ختم ہوگیا، البتہ دو بنیادی شرائط کے ساتھ اس کا استحباب باقی رہا۔ جو شخص وراثت میں متعین حصہ پا رہا ہے اس کے لیے وصیت نہیں کی جاسکتی ہے، مثلاً ماں، باپ، بیوی، شوہر اور اولاد۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہؓ کرام کے مجمع کے سامنے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ مقرر کردیا ہے، لہٰذا اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔" (ترمذی۔ باب ما جاء لا وصیۃ لوارث) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مزید وضاحت موجود ہے کہ میراث نے ان لوگوں کی وصیت کو منسوخ کردیا جن کا میراث میں حصہ مقرر ہے، دوسرے رشتہ دار جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے، ان کے لیے حکم وصیت اب بھی باقی ہے۔ وصیت کا نفاذ زیادہ سے زیادہ ترکہ کے ایک تہائی حصہ پر نافذ ہوسکتا ہے الا یہ کہ تمام ورثاء پوری وصیت کے نفاذ پر راضی ہوں۔

امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جن رشتہ داروں کا میراث میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے، اب ان کے لیے بھی وصیت کرنا فرض ولازم نہیں ہے، کیونکہ فرضیت وصیت کا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ (تفسیر جصاص، تفسیر قرطبی) یعنی بشرط ضرورت وصیت کرنا مستحب ہے۔

وصیت کی مشروعیت قرآن کریم سے:

(۱)..... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانے والا ہو تو جب اس کی موت کا وقت قریب آجائے، وہ اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے۔ یہ متقی لوگوں کے ذمہ ایک لازمی حق ہے..... پھر جو شخص اس وصیت کو سننے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی کرے گا، تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہوگا جو اس میں تبدیلی کریں گے۔ یقین رکھو کہ اللہ (سب کچھ) سنتا جانتا ہے..... ہاں اگر کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ کوئی وصیت کرنے والا بے جا طرف داری یا گناہ کا ارتکاب کررہا ہے اور وہ متعلقہ آدمیوں کے درمیان صلح کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (سورۃ البقرۃ ۱۸۰۔۱۸۲)

وصیت کا لازم اور فرض ہونا، یہ حکم اس زمانہ میں دیا گیا تھا جب کہ وراثت کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے وصیت کا حکم بتدریج نازل فرمایا۔غرض یہ کہ مذکورہ بالا آیت میں وصیت کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوگیا ہے،البتہ استحباب باقی ہے۔

(۲)... اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں جہاں وارثوں کے متعین حصے ذکر فرمائے ہیں،متعدد مرتبہ اس قانون کو ذکر فرمایا: "یہ ساری تقسیم اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہوگی جو مرنے والے نے کی ہے، یا اگر اس کے ذمہ کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد" سورۃ النساء میں متعدد مرتبہ وصیت کے ذکر سے وصیت کی مشروعیت روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

(۳)... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اے ایمان والو! جب تم میں سے کوئی مرنے کے قریب ہو تو وصیت کرتے وقت آپس کے معاملات طے کرنے کے لیے گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تم میں سے دو دیانت دار آدمی ہوں (جو تمہاری وصیت کے گواہ بنیں) یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو، اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیروں (یعنی غیر مسلموں) میں سے دو شخص ہو جائیں۔" (سورۃ المائدہ ۱۰۶) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضر کے ساتھ سفر میں بھی وصیت کی جاسکتی ہے اور وصیت کرتے وقت دو امانت دار شخص کو گواہ بھی بنالیا کرو، تاکہ بعد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔

وصیت کی مشروعیت حدیث نبوی سے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لیے جس کے پاس وصیت کے قابل کوئی بھی چیز ہو، درست نہیں کہ دو رات بھی وصیت کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ کیے بغیر گزار دے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الوصیہ) (صحیح مسلم۔ کتاب الوصایا۔ باب الوصایا) قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جس کے ذمہ قرضہ ہو یا اس کے پاس کسی کی امانت رکھی ہو یا اس کے ذمہ کوئی واجب ہو جسے وہ خود ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے وصیت میں یہ تفصیل لکھ کر رکھنا ضروری ہے، عام آدمی کے لیے وصیت لکھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔

وصیت کی مشروعیت اجماع امت سے:

قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا وصیت کے جواز پر اجماع ہے، جیسا کہ علامہ ابن قدامہؒ نے اپنی مشہور کتاب (المغنی، ج: ۸۔ ص: ۳۹۰) میں وصیت کے جواز پر اجماع امت کا ذکر کیا ہے۔

وصیت کی حکمتیں:

وصیت کی متعدد حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کے انتقال کے بعد وراثت قرابت کی بنیاد پر تقسیم ہوتی ہے نہ کہ ضرورت کے پیش نظر، یعنی جو میت سے جتنا زیادہ قریب ہوگا اس کو زیادہ حصہ ملے گا خواہ دوسرے رشتہ دار زیادہ غریب ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن شریعت اسلامیہ نے انسان کو یہ ترغیب دی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کو مدد کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے اور اس کو میراث میں حصہ نہیں مل رہا ہے تو اس کے لیے اپنے ایک تہائی مال تک وصیت کر جائے۔ مثلاً کسی شخص کے کسی بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے اور پوتا پوتی حیات ہیں تو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی جائداد میں سے ایک تہائی مال تک اپنے یتیم پوتے اور پوتی کو وصیت کر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں اس کی ترغیب بھی دی ہے۔

وصیت کی اقسام: واجب وصیت:

(۱) اگر کسی شخص کا قرضہ ہے تو اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر زندگی میں حج فرض کی ادائیگی نہیں کر سکا تو اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر زکوۃ فرض تھی، ادا نہیں کی تو اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۴) اگر روزے نہیں رکھ سکا اس کے بدلہ میں صدقہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۵) اگر کوئی قریبی رشتہ دار وصیت کے قانون کے مطابق میراث میں حصہ نہیں حاصل کر پا رہا ہے، مثلاً یتیم پوتا اور پوتی اور انہیں شدید ضرورت بھی ہے تو وصیت کرنا واجب تو نہیں ہے لیکن اسے اپنے پوتے کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ بعض علماء نے ایسی صورت میں وصیت کرنے کو واجب بھی کہا ہے۔

مستحب وصیت:

شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے ایک تہائی کی کسی بھی ضرورت مند شخص یا مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانہ یا یتیم خانہ کو وصیت کر جائے؛ تاکہ وہ اس کے لیے صدقۂ جاریہ بن جائے اور اس کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب ملتا رہے۔

مکروہ وصیت:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں اس وقت مکہ مکرمہ میں تھا (حجۃ الوداع یا فتح مکہ کے موقع پر)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن عفراء (سعد) پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے سارے مال ودولت کی وصیت (اللہ کے راستے میں) کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا پھر آدھے کی کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا کہ پھر تہائی مال کی کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ تہائی مال کی کر سکتے ہو، اور یہ بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے رشتہ داروں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑ دو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اس میں کوئی شبہ نہ رکھو کہ جب بھی تم کوئی چیز جائز طریقہ پر خرچ کرو گے تو وہ صدقہ ہوگا۔ وہ لقمہ بھی جو تم اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں دو گے (وہ بھی صدقہ ہے) اور (ابھی وصیت کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں)، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شفا دے اور اس کے بعد تم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو اور دوسرے بہت سے لوگ (اسلام کے مخالف) نقصان اٹھائیں۔ (بخاری۔ کتاب الوصایا) (ترمذی۔ باب ما جاء فی الوصیہ بالثلث)

غرض یہ کہ اگر اولاد و دیگر وارثین مال و جائداد کے زیادہ مستحق ہیں تو پھر دوسرے حضرات اور اداروں کے لیے وصیت کرنا مکروہ ہے۔

وضاحت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفا کی دعا کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تقریباً پچاس سال تک حیات رہے اور انہوں نے عظیم الشان کارنامے انجام دئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ہی ۱۷ ہجری میں کوفہ شہر بسایا تھا جو بعد میں علم و عمل کا گہوارہ بنا۔ آپ ہی کی قیادت میں ایران جیسی سوپر پاور کو فتح کیا گیا۔ آپ نے ہی دریا دجلہ میں اپنے گھوڑے ڈال دیے تھے، علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

ناجائز وصیت:

ایک تہائی سے زیادہ جائداد کی وصیت کرنا۔

وارث کے لیے وصیت کرنا۔ اس نوعیت کی وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ اولاد یا کسی دوسرے وارث کو اپنی جائداد سے محروم کرنے کے لیے کسی دوسرے شخص یا دینی ادارہ کو وصیت کرنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کئی لوگ (ایسے بھی ہیں جو) ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی گزارتے ہیں، پھر جب موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں وارثوں کو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان پر جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے یہ آیت (سورۃ النساء:۱۲) پڑھی: ''جو وصیت کی گئی ہو اس پر عمل کرنے کے بعد اور مرنے والے کے ذمہ جو قرض ہو اس کی ادائیگی کے بعد، بشرطیکہ (وصیت اور قرض کے اقرار کرنے سے) اس نے کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ سب کچھ اللہ کا حکم ہے، اور اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا، بردبار ہے۔'' (ترمذی باب جاء فی الوصیۃ بالثلث)

وصیت سے متعلق چند مسائل:

(۱) کوئی بھی شخص اپنی صحت مند زندگی میں کسی بھی اولاد کی تعلیم، اس کے مکان کی تعمیر وغیرہ پر کم یا زیادہ رقم خرچ کر سکتا ہے، اسی طرح عام صحت مند زندگی میں اولاد کے درمیان جائداد کی تقسیم کچھ کم یا زیادہ کے ساتھ کر سکتا ہے، تاہم اس کو چاہیے کہ حتی الامکان اولاد کے مصارف اور جائداد کو دینے میں برابری کرے۔ عام صحت مند زندگی میں وصیت یا وراثت کا قانون نافذ نہیں ہوتا۔ عام صحت مند زندگی میں اولاد و دیگر رشتہ داروں کو دی جانے والی رقم یا جائداد ہبہ کہلاتی ہے۔ غرضیکہ عام صحت مند زندگی میں باپ اپنی اولاد میں سے اگر کسی کو مالی اعتبار سے کمزور محسوس کر رہا ہے یا اپنے یتیم پوتا یا پوتی کو اپنی طرف سے مخصوص رقم یا جائداد کا کچھ حصہ دینا چاہتا ہے تو دے سکتا ہے۔

(۲) ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت سوائے اپنے سفید خچر، اپنے ہتھیار اور اپنی زمین کے جسے آپ نے صدقہ کر دیا تھا، نہ کوئی درہم چھوڑا تھا نہ دینار، نہ غلام نہ باندی اور نہ کوئی اور چیز۔ (بخاری کتاب الوصایا) غرض یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا تھا، اسی وجہ سے ترکہ کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی وصیت موجود نہیں ہے۔

(۳) قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض وصیت سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے، (یعنی انسان کے ترکہ میں سے تجہیز و تکفین کے بعد سب سے پہلے قرض کی ادائیگی کی جائے گی، پھر وصیت نافذ ہوگی)، جب کہ تم لوگ قرآن کریم میں وصیت کو پہلے اور قرض کو بعد میں پڑھتے ہو۔ (ترمذی باب ما جاء یبدأ بالدین قبل الوصیۃ) مذکورہ بالا و دیگر احادیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔

(۴) شرعاً وارث کو وصیت نہیں کی جا سکتی ہے، لیکن اگر کسی شخص نے وارثین میں سے کسی وارث کو وصیت کر دی اور تمام ورثاء میت کے انتقال کے بعد اس کی وصیت پر عمل کرنے کی اجازت دے رہے ہیں تو وہ وصیت نافذ ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کر دی اور تمام ورثاء میت کے انتقال کے بعد اس کی وصیت پر عمل کرنے کی اجازت دے رہے ہیں تو وہ وصیت نافذ ہو جائے گی۔

(۵) تحریر کردہ وصیت نامہ میں تبدیلی بھی کی جا سکتی ہے، یعنی اگر کسی شخص نے کوئی وصیت تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لی، پھر اپنی زندگی میں ہی اس

میں تبدیلی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

ایک اہم نقطہ:

جس طرح ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کے انتقال کے بعد اس کا مال صحیح طریقہ سے اولاد اور دیگر ورثین تک پہنچ جائے اور اولاد اس کے مال کو صحیح طریقہ سے استعمال کرے اور اس میں مزید اضافہ بھی ہوتا رہے۔ اسی طرح ہمیں اس بات کی بھی فکر و کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے مرنے کے بعد ہماری اولاد کیسے اللہ کے احکام و نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق زندگی گزارے گی؟ تاکہ وہ مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیش والی زندگی میں کامیاب ہوسکیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے لیے ان کی وصیت کا ذکر فرمایا ہے: اور اسی بات کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی، اور یعقوب نے بھی (اپنے بیٹوں کو) کہ: "اے میرے بیٹو! اللہ نے یہ دین تمہارے لیے منتخب فرمالیا ہے، لہٰذا تمہیں موت بھی آئے تو اس حالت میں آئے کہ تم مسلم ہو۔ کیا اُس وقت تم خود موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت آیا تھا، جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ اُن سب نے کہا تھا کہ ہم اُسی ایک خدا کی عبادت کریں گے، جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کا معبود ہے اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔ (سورۃ البقرۃ ۱۳۲ و ۱۳۳)

دوسرا اہم نقطہ:

جیسا کہ ہم اپنی زندگی کے تجربات سے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر شخص اپنی زندگی کے آخری وقت میں بہت اہم اور ضروری بات ہی کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا آخری کلام تھا: (نماز، نماز اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو)۔ (ابوداود، مسند احمد) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وصیت یہ ارشاد فرمائی: نماز، نماز۔ اپنے غلاموں (اور ماتحت لوگوں) کے بارے میں اللہ سے ڈرو، یعنی ان کے حقوق ادا کرو۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ (مسند احمد) اس سے ہم نماز کی اہمیت و تاکید کا اندازہ لگاسکتے ہیں کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وصیت نماز کی پابندی کے متعلق کی، لہٰذا ہمیں پوری زندگی نماز کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ستمبر ۲۰۱۶ء)

مولانا عبدالرزاق انقلابی

(تعارف وخدمات)

ہمارے شجاع آباد کے علاقہ میں گنے چنے فضلاء دیوبند تھے۔ ان میں سے ایک مولانا عبدالرزاق جو وجلہ قوم سے تعلق رکھتے تھے اور خاصی عمر پائی۔ آپ ہمارے آبائی موضع بستی منھو میں چاہ کپا میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کے والد محترم اور دادا بھی صاحبان علم تھے۔ آپ نے غالباً ۱۹۴۰ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا سید اعزاز علی، حضرت میاں سید فضل حسین، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے جبال العلم شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے اور دیوبند کے علاقہ میں کچھ عرصہ کسی دیہات کی ایک مسجد میں امام وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے علامہ وحید الزمان کے ترجمہ بخاری کی تسہیل بھی فرمائی۔ نیز بخاری شریف پر مختصر تشریحی نوٹ تحریر فرمائے جو چھ جلدوں میں مکتبہ رحمانیہ لاہور نے شائع کیے ہیں۔ صاحب جائیداد ہونے کے باوجود سادگی کے ساتھ زندگی گزاری، چلنے پھرنے، رہائش وخوراک، رہن سہن کے اعتبار سے اپنے بزرگوں کی تصویر تھے۔ زندگی کا ایک معقول حصہ حرمین شریفین میں گزارا، جس کا زیادہ تر حصہ عبادت و ریاضت میں گزرا۔ تقریباً بیس سال سعودی عرب میں گزارے، محنت ومزدوری کرکے کچھ دن کا خرچ جمع کرلیتے اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہوجاتے، جب وہ ختم ہوجاتا تو پھر محنت ومزدوری میں چند یوم لگادیتے۔

شعر وشاعری کا ذوق قدرت کا عطیہ تھا، اس ذوق کو غزل اور عشق ومحبت کی نظر کرنے کے بجائے عشق رسول، ابطال دشمنان رسول کے خلاف وقف کردیا، چنانچہ آپ نے کسی زمانہ میں قادیانی عقائد ونظریات کے خلاف نظم میں کتابچہ بھی تحریر کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۱۷ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے اور میانوالی کی جیل میں پابند سلاسل رہے۔ جیل میں آپ کو خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد نوراللہ مرقدہ کی رفاقت بھی نصیب ہوئی۔

انقلابی تخلص رکھتے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت علماء کرام، مشائخ عظام کی تحریری خدمات کو احتساب کی شکل میں جمع کررہی ہے تو اصرار وتکرار کے ساتھ اشاعت کا تقاضا کیا جو احتساب کی جلد ۱۷ میں شامل کردیا گیا۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

عالمی مجلس ختم نبوت تلہ گنگ یونٹ (ضلع چکوال) کے زیر اہتمام 2/اکتوبر 2106 بروز اتوار کی تفصیلی رپورٹ

5ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس پچنند

رپورٹ: ڈاکٹر محبوب حسین جراح

تلہ گنگ..... عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس اور وحدت امت مسلمہ کی بنیاد ہے، اگر کوئی اس عقیدہ سے غافل رہا اس کے ایمان کی بنیاد کمزور ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شب و روز محنت سے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگوں تک عقیدہ ختم نبوت کا پیغام پہنچ چکا ہے بے شمار لوگ فتنہ قادیانیت سے محفوظ ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں، اس بات کا اظہار شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے پانچویں سالانہ ختم نبوت پچنند کانفرنس میں کیا اس سالانہ "ختم نبوت کانفرنس" میں ہزاروں فرزندان اسلام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر امڈ آیا۔ کانفرنس میں شریک شمع رسالت کے پروانوں نے تحفظ ختم نبوت کے لئے تن من دھن قربان کرنے کا عزم کیا۔

تفصیلات کے مطابق عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کانفرنس تلہ گنگ کے موضع پچنند میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں تحصیل بھر سے ہزاروں شمع رسالت کے پروانوں نے شرکت کی اس کانفرنس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا، خانقاہ سراجیہ کے مولانا خواجہ خلیل احمد، مجلس احرار اسلام کے سید کفیل شاہ بخاری، جمعیت علماء اسلام (ف) کے قائم مقام مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا محمد امجد خان، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا سید ارشد الحسینی اٹک، مولانا عبدالکریم ندیم، مولانا محمد سیف اللہ قادری مولانا عبیدالرحمن انور، مفتی اسد محمود، صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس، مولانا اخلاق احمد، ظہور السلام، قاری نور محمد، قاری محمد زبیر، مولانا نور محمد آصف محسن، قاری فضل محمود، مفتی محمد آصف لاوہ سمیت ملک کی دینی و مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں اور علاقہ کی معروف، سماجی شخصیات نے شرکت کی۔

کانفرنس سے مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس اور وحدت امت مسلمہ کی بنیاد ہے، عقیدہ ختم نبوت کو اسلام میں وہی مقام حاصل ہے جو بدن میں روح کو حاصل ہے عقیدہ ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان کے بغیر تمام اعمال، سعی لاحاصل ہیں تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب اور دجال ہے، یہ امت محمدیہ کا اجماعی عقیدہ ہے اور عقیدے کے بارہ میں کسی قسم کی مفاہمت اور سودے بازی نہیں ہوسکتی۔

ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے سچے نبی کے امتی ہونے کے ناطے سچ کے اظہار اور قادیانیوں کے مکروہ عزائم کے خلاف میدان عمل میں نئے ولولے سے اتریں ہر مسلمان قادیانیت کا سماجی بائیکاٹ کرے۔

مقررین نے کہا کہ اس کانفرنس میں شمع رسالت کے ہزاروں پروانے متحد ہوکر حکمرانوں کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ حکمران کسی غلط فہمی میں نہ رہیں، غلامان مصطفیٰ پچنند ملک بھر میں قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں اور آئینی خلاف ورزیوں کو برداشت نہیں کریں گے۔ حکومتی سطح پر ان سرگرمیوں کا تدارک کیا جائے ورنہ غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لئے تیار ہیں، عظمت مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

ختم نبوت کانفرنس میں میانوالی کے مفتی امان

تحفظ ختم نبوت امت مسلمہ کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے، خطاب سیمینار: مولانا محمد اسماعیل شجاع

گوجرانوالہ..... منکرین ختم نبوت، اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں، قادیانی دھوکہ دہی سے مسلمانوں کو گمراہ کررہے ہیں۔ عوام الناس کو اس فتنے سے آگاہ کرنا علماء کرام کے فرائض میں شامل ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا دفاع امت کے ہر فرد کا فرض منصبی ہے۔ جس کے لئے علماء کو کردار ادا کرنا ہوگا۔ بارہ سو صحابہ کرام نے اپنی جانیں قربان کرکے امت کو سبق دیا کہ اس عقیدہ کے دفاع کے لئے سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے لیکن دفاع ختم نبوت سے پیچھے نہیں ہٹا جاسکتا۔ ان خیالات کا اظہار مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مرکزی ناظم تبلیغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ختم نبوت سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا تحفظ ختم نبوت امت مسلمہ کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے پوری امت اس پلیٹ فارم پر اکٹھی کھڑی ہے۔ انہوں نے کہا حکومت امتناع قادیانیت آرڈیننس پر عمل درآمد یقینی بنائے۔ اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے سیمینار سے مولانا محمد اشرف مجددی قاری محمد یوسف عثمانی، سید احمد حسین زید، علامہ محمد عارف شامی نے بھی خطاب کیا۔

اللہ، مولانا عبدالشکور نقشبندی، مفتی اسد محمود، مفتی محمد آصف ڈاکٹر عمر فاروق احرار، مولانا خالد فاروق جرار، مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا محمد شریف، قاری محمد قاسم ثنی، مولانا شاکر محمود مفتی جاوید اقبال، مولانا علی خان، مولانا محمد اظہر، مولانا حنیف صابر، مفتی تنویر احمد مولانا عبدالمالک لیثی، مولانا عبدالرؤف، مفتی شیر خان، مولانا محمد عمر عثمانی، قاری عبدالقدوس جھاٹلہ، مولانا عبدالحفیظ، مولانا عبدالواحد، مولانا محمد اشرف، مفتی آصف معاویہ، مولانا جہان خان، مولانا ابراہیم مولانا فیض الرحمٰن، مولانا محمد ادریس عثمانی، مولانا تنویر الحسن، چوہدری عبدالجبار، ملک طارق اسلم ڈھلی، ملک شہریار، ملک ممتاز حیدر، چوہدری مظہر حسین، ملک اللہ یار، مولانا محمد ارشد، مولانا محمد یوسف کشمیری، ملک ریاض، ملک اسد، حاجی طٰہٰ زبیر، ملک نواب خان، الحاج میاں عبدالقیوم، مفتی نور محمد، ملک خالد نوابی، ملک مسعود، چوہدری احمد نواز، مولانا محمد ازہر، مولانا محمد ادریس، مولانا محمد امین، مولانا محمد بن یامین، مفتی محمد اظہر، مولانا محمد شریف، میاں ضیاء الرحمٰن، حاجی نور محمد، حافظ محمد قاسم، حافظ محمد ادریس، قاری الطاف الرحمٰن، قاضی خالد محمود، حافظ عبدالقدیر، حسنین احمد مدنی، مولانا محمد شعیب، مفتی تنویر احمد، مولانا عبدالسلام، حافظ حسین احمد، مولانا عبدالمنان، مولانا عمر فاروق، ملک محمد اویس، حافظ محمد خلیل، قاری محمد یوسف جھاٹلہ، حافظ حسین احمد، ملک محمد اویس، مولانا عبدالرحمٰن ثمن، ڈاکٹر محبوب حسین جراح، چوہدری نوید الحسن، ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ، حاجی ملک عبدالکریم، حاجی عبدالرؤف، حاجی ملک امان اللہ، ملک امتیاز، ملک طارق محمود ایڈووکیٹ، ڈاکٹر شاہ نواز ملک، بزم شیخ الہند تلہ گنگ کے تمام علماء اور سینکڑوں مذہبی و سیاسی شخصیات اور دینی جماعتوں کے مقامی قائدین شریک ہوئے۔

پچنند میں تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس کی جھلکیاں

☆... اس کانفرنس کے کامیاب انعقاد کے لئے عالمی مجلس ختم نبوت تلہ گنگ اور لاوہ یونٹس کے امراء اور اراکین مولانا عبید الرحمان انور، مفتی اسد محمود، مولانا فضل محمود، مولانا خالد فاروق جرار، مولانا محمد قاسم، ملک امتیاز پچنند، مولانا محمد شریف، ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ اور ملک طارق ایڈووکیٹ و دیگر، نے علاقہ بھر میں گشت کیا اور تمام مکاتب فکر کی مساجد میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو عوام میں اجاگر کرکے انہیں کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔

☆... کانفرنس میں تلہ گنگ، لاوہ، ٹبی، تھوہا محرم خان، ڈھرنال، نکہ، دھرابی، جھاٹلہ، چینجی، کھچیاں، ملکوال، اکوال، دھولر، ڈھوک فقیرا، ونہار، ڈھلی، نکہ کہوٹ، لیٹی اور دیگر دیہات سے سینکڑوں گاڑیوں، موٹر سائیکلوں کا ایک بڑا قافلہ جلسہ گاہ پہنچا، جبکہ لاوہ سے مفتی اسد محمود، مفتی محمد آصف، مفتی شیر خان لاوہ، مولانا محمد اظہر، مولانا علی خان اور مولانا عبدالرؤف کی قیادت میں ٹمن سے مولانا نور محمد آصف اور ڈھرنال سے مولانا حنیف صابر، مفتی تنویر احمد، قاری عبدالقیوم اور ملک محمد لطیف کی قیادت میں درجنوں گاڑیوں موٹر سائیکلوں کے جلوس جلسہ گاہ پہنچے۔

☆... پچنند میں "تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس" میں شرکت کے لئے تاحد نگاہ سینکڑوں موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں کا کارواں، مولانا عبید الرحمٰن انور، مولانا ابوذر غفاری، قاری محمد زبیر، مولانا فیض الرحمٰن، مولانا خالد فاروق جرار اور دیگر قائدین کی قیادت میں تلہ گنگ سے پچنند کی جانب روانہ ہوا۔

☆... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام پچنند میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس کے شاندار انتظامات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اہلیان پچنند نے کئے تھے۔

☆... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام پچنند میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس کے لئے سات کنال سے زائد رقبے پر قناتیں لگا کر پنڈال تیار کیا گیا ہے اور ایک جہازی سائز اسٹیج قائدین کے لئے بنایا گیا۔

☆... جلسہ گاہ میں بڑے، بڑے لاؤڈ اسپیکر اور ایکو ساؤنڈ بھی نصب کیا گیا۔

اسٹیج کے سامنے اور پیچھے لگائے گئے بڑے بینروں پر جلی حروف میں "تحفظ ختم نبوت" کے نعرے درج تھے۔

☆... کانفرنس نماز ظہر سے نماز عصر تک جاری رہی، ملک امتیاز، حاجی غلام مرتضٰی، ملک عبدالرؤف، حاجی ملک عبدالکریم، ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ، مولانا اسماعیل انگوی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنان اور اہلیان پچنند نے تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد میں قابل تحسین خدمات سرانجام دیں۔

☆... کانفرنس کے شرکاء کے لئے پنڈال پر ٹھنڈے پانی کی خصوصی سبیلیں لگائی گئی تھیں۔

☆... کانفرنس میں سیکورٹی کے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے مقامی انتظامیہ، پولیس اور کانفرنس کے منتظمین نے پنڈال کو تمام اطراف سے گھیرے میں لئے رکھا۔ کانفرنس کے شرکاء کی خصوصی جامہ تلاشی لی گئی۔

☆... کانفرنس میں میں شریک افراد نے تحفظ ختم نبوت پر جان بھی قربان کرنے کا عزم کرتے ہوئے ختم نبوت زندہ باد کی زبردست نعرے بازی کی۔

☆... گاڑیوں کی پارکنگ کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔

عاشقان رسول سے پنڈال کھچا کھچ بھر گیا اور لوگ کھڑے ہو کر پروگرام سنتے رہے۔

پورا پنڈال نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت اور ختم نبوت کے نعروں سے گونجتا رہا۔ تمام پروگرام کی انتظامیہ کی کاوش انتہائی قابل تحسین ہے۔ پچنند کی تاریخ میں پانچویں مرتبہ اتنی بڑی ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس میں ہزاروں کی تعداد میں افراد نے شرکت کی۔

مرکزی نائب امرأ کا انتخاب

چناب نگر (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے دوسرے روز ۲۸؍اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز جمعۃ المبارک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس حضرت صاحبزادہ مولانا عزیز احمد خانقاہ سراجیہ مرکزی نائب امیر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مہمانان خصوصی حضرت صاحبزادہ مولانا خلیل احمد، مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی تھے۔

اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ افتتاحی کلمات راقم الحروف نے عرض کئے جس میں اجلاس کی غرض وغایت اور اہمیت کو عرض کیا اور بتلایا کہ مجلس کے دستور کے مطابق ہر تین سال بعد ممبر سازی ہوتی ہے اور جس میں مقامی جماعتوں کی تشکیل عمل میں لائی جاتی ہے اور ایسے ہی مرکزی مجلس عمومی کے اراکین کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔ مرکزی مجلس عمومی مجلس کا سپریم ادارہ ہے جو مرکزی نائب امرأ کا انتخاب کرتا ہے، آج کا اجلاس اسی غرض سے منعقد ہو رہا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری دامت برکاتہم نے مجلس کی تقریباً ستر سالہ تاریخ کو بیان کیا اور بتلایا کہ مجلس کے پہلے امیر، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ شاہ جیؒ کی وفات کے بعد چھ ماہ کے لئے مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ قائم مقام امیر بنائے گئے۔ مولانا جالندھریؒ نے ملک بھر کی دینی قیادت شیخ التفسیر حضرت علامہ سید شمس الحق افغانیؒ، مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کراچی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے دروازوں پر حاضری دی اور استدعا کی کہ آپ مجلس کی امارت سنبھالیں، مذکورہ بالا شخصیات نے اپنے اپنے اعذار پیش کئے اور امارت سنبھالنے سے معذرت کی۔ مولانا نے خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سے استدعا کی انہوں نے بھی عذر پیش کیا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ مسلسل چھ ماہ تک لگے رہے۔ مختلف واسطوں اور وسیلوں کے بعد قاضی صاحب نے امارت قبول فرمائی۔ حضرت قاضی صاحب کی وفات کے بعد پھر مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کئی ایک اکابر کے دروازے کھٹکھٹائے، سب نے یہی کہا کہ آپ کی موجودگی میں آپ سے بہتر کوئی امیر نہیں ہوسکتا تا آنکہ مولانا جالندھریؒ کو امارت سنبھالنا پڑی۔

مولانا جالندھریؒ کے بعد مولانا لال حسین اخترؒ امیر بنائے گئے۔ ان کی وفات کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے اس شرط پر امارت قبول فرمائی کہ خواجہ خواجگان مولانا خان محمدؒ نائب امارت قبول فرمائیں۔ شیخ یوسف بنوریؒ کے بعد حضرت خواجہ صاحب امیر بنے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے بعد حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ امیر بنائے گئے۔ حضرت لدھیانویؒ کے بعد ہمارے امیر استاذ العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم اور حضرت پیر طریقت حافظ محمد ناصرالدین خان خاکوانی مدظلہ اور صاحبزادہ عزیز احمد زید مجدہ مرکزی نائب امرأ ہیں، جن کی نائب امارت کی آپ حضرات نے توثیق کرنا ہے۔ سینکڑوں اراکین نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر توثیق کی۔ نیز حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے ناظم مالیات مولانا اللہ وسایا صاحب ہیں۔ ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، ناظم نشرواشاعت مولانا عزیز الرحمن ثانی، ناظم دفتر حافظ محمد انس ہیں، پھر حضرت نے مرکزی شوریٰ کے اراکین کے نام لئے تو حاضرین نے بھرپور ان کی تائید وتوثیق کی۔

حضرت صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ حضرت نے باقی تمام عہدیداروں کے نام لے کر ان کی توثیق کرائی، حالانکہ نائب امرأ کے علاوہ باقی عہدے صوابدیدی ہیں اور ناظم اعلیٰ کا عہدہ مجلس کی جان ہے۔ مجلس کی پوری عمارت ناظم اعلیٰ کے کندھوں پر ہے جو حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب خود ہیں، اس کی بھی اراکین نے نعروں کی گونج میں تصدیق کی اور یوں انتخابی عمل مکمل ہوا۔ مرکزی عہدیدار درج ذیل ہیں:

امیر مرکزیہ:

استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم۔

نائب امرأ:

حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ، حضرت صاحبزادہ مولانا عزیز احمد مدظلہ۔

ناظم اعلیٰ:

مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ

ناظم مالیات: حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

ناظم تبلیغ: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ناظم نشرواشاعت: مولانا عزیز الرحمن ثانی

ناظم دفتر: مولانا حافظ محمد انس۔

☆☆..........☆☆

مولانا قاری غلام رسول شوق کی وفات

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاری غلام رسول شوقؒ بھی اس دارفانی سے رخصت ہوگئے۔ موصوف کوٹلہ ارب علی خان گجرات کی جامع مسجد خلافت راشدہ کے بانی و خطیب، جامعہ سراجیہ کے مہتمم اور ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے چہیتے شاگردوں اور خانقاہ سراجیہ کے مسترشدین میں سے تھے۔ ابتدائی کتب خانقاہ سراجیہ میں پڑھیں دیگر اساتذہ کرام کے علاوہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے ابتدائی کتب پڑھیں، یہ دور حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کی سجادہ نشینی کا تھا۔

درمیانی کتب دارالعلوم کبیر والا میں حضرت صدر صاحب مولانا عبدالخالق، حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، مولانا منظور الحق، مولانا ظہور الحق، مولانا علی محمد، حضرت مولانا صوفی محمد سرور مدظلہ جیسے اساتذہ علوم وفنون سے پڑھیں۔

کچھ عرصہ خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمدؒ، حضرت علامہ محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیرویؒ، کے پاس جامعہ خیر المدارس ملتان میں زیر تعلیم رہے۔

دورۂ حدیث شریف ۱۹۶۴ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے پڑھا، جہاں آپ کو شیخین حضرت مولانا رسول خانؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا محمد مالک کاندھلویؒ جیسے اساتذہ حدیث سے فیوض و برکات نصیب ہوئیں۔

۱۹۶۵ء میں کوٹلہ ارب علی خان کی مرکزی جامع مسجد میں خطابت وامامت اور تدریس قرآن کا آغاز کیا۔ ایک عرصہ تک قصبہ کے بچوں اور بچیوں کو قرآن وسنت کی تعلیم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کرتے رہے۔ قصبہ کے اکثر خواتین وحضرات آپ کے تلامذہ ہیں۔

ابتدا میں مسجد چھوٹی سی تھی۔ نئی تعمیر کرائی تو اس کا نام جامع مسجد خلافت راشدہ رکھا۔ قریب ہونے کی وجہ سے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ سے فکری و مسلکی تعلق رکھا اور حضرت جہلمیؒ کے ذوق کے مطابق مسجد کا نام جامع مسجد خلافت راشدہ رکھا اور مدرسہ کا نام خانقاہ سراجیہ کے نام سے سراجیہ رکھا۔ یوں تو اہل حق کی تمام جماعتوں کے ساتھ نظریاتی تعلق رکھتے تھے لیکن والہانہ تعلق صرف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ رہا، چونکہ بیعت کا تعلق خانقاہ سراجیہ سے تھا اور خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔

حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے چہیتے شاگردوں میں سے تھے، جب حکیم العصر مرکزی امیر منتخب ہوئے تو تعلق میں اور اضافہ ہوگیا۔

موصوف کے فرزند گرامی مولانا انیس کے بقول مجلس سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے، مجلس کے مبلغ مولانا محمد قاسم سیوطی جب بھی تشریف لاتے انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتے اور ان سے محو گفتگو ہو جاتے۔ ہنسی مذاق، بزرگوں کے حالات و واقعات سنائے جارہے ہیں۔ سیاسی تبصرے ہورہے ہیں، بہرحال ان کی جماعت صرف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تھی۔ ان کی مسجد میں کسی ادارہ کی حتیٰ کہ اپنے ادارہ کی بھی اپیل نہیں ہوتی تھی۔ رمضان المبارک میں مجلس کے لئے اعانت کی اپیل خود کرتے۔ چنانچہ بندہ جب بھی حاضر ہوا انتہائی فرحت وبشاشت سے ملے، مجلس کی کارگزاری سنی، علاقہ میں قادیانیوں کی سرگرمیوں سے آگاہ فرماتے اور ان کے انسداد کی تدابیر بھی ارشاد فرماتے۔ حضرت مولانا خدا بخش مرحوم، شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ سے دوستانہ تھا۔

یکم محرم الحرام ۱۴۳۸ھ مطابق ۳ر اکتوبر ۲۰۱۶ء بندہ نے بھمبر جاتے ہوئے مولانا محمد قاسم سیوطی، مفتی خالد میر کی معیت میں مرحوم سے ملاقات کی اور ان کی عیادت کی، کچھ دیر کے بعد دعا کی درخواست کے ساتھ اجازت طلب کی تو بلند آواز اور طرز کے ساتھ آیت ختم نبوت تلاوت فرمائی۔

عزیزم مولانا محمد قاسم سیوطی نے فون پر بتلایا کہ موصوف رحلت فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑے۔ اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں، حسنات کو قبول فرماکر سیئات سے درگزر فرمائیں۔ آمین۔

کمالات نبوت ختم ہیں حضرت محمد ﷺ پر
کسی کے پاس جبریل امینؑ اب آ نہیں سکتے
امام الانبیاء معراج کی شب اس جگہ پہنچے
جہاں روح الامینؑ جیسے ملک بھی جا نہیں سکتے

مرزا قادیانی کا تعارف و کردار

(۱۳)

حافظ عبیداللہ

"آم" کی مضحکہ خیز وجہ تسمیہ:

مرزا قادیانی کا ایک مرید مفتی محمد صادق اپنے گرو سے نقل کرتا ہے:

"آم کے متعلق کہا ہے فرمایا کرتے تھے کہ لفظ آم لفظ اُم سے نکلا ہے۔ عربی زبان میں اُم ماں کو کہتے ہیں جیسا کہ بچہ ماں کے پستان چوستا ہے ایسا ہی آم کو بھی منہ میں ڈال کر چوستا ہے، اس مشابہت کی وجہ سے اس کا نام آم ہوا۔" (ذکر حبیب، ج:ا، ص:۱۹۳، مصنفہ مفتی محمد صادق مرزائی)

تمام لوگ جانتے ہیں آم اردو میں ایک مشہور پھل کا نام ہے، یہ عربی کا لفظ نہیں جبکہ اُم عربی کا لفظ ہے اردو کا نہیں، لیکن مرزا قادیانی کی لغت اور "ذہنیت" کا کمال دیکھیں کہ کہاں کا لفظ کہاں جوڑ دیا؟

"قریہ" کی وجہ تسمیہ:

اسی صفحہ پر مفتی محمد صادق نے مرزا قادیانی کا ایک اور علمی شاہکار بھی نقل کیا ہے:

"ایک دفعہ سیر پر جاتے ہوئے ایک گاؤں کی طرف نگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عربی زبان میں گاؤں کو قریہ کہتے ہیں، یہ لفظ قریٰ سے نکلا ہے جس کے معنی مہمان نوازی کے ہیں چونکہ گاؤں کے لوگ شہریوں کی نسبت زیادہ مہمان نواز ہوتے ہیں، اس واسطے گاؤں کو قریہ کہتے ہیں۔" (ذکر حبیب، ج:اول، ص:۱۹۳)

یہ بھی مرزا قادیانی کی ایجاد کردہ لغت کا ایک اور شاہکار ہے، ورنہ "قریٰ" تو قریہ کی جمع ہے نہ یہ کہ قریہ اس سے نکلا ہے۔

مرزا قادیانی اپنی عربی تحریریں اصلاح کے لئے اپنے مریدوں کو بھیجا کرتا تھا:

مرزا بشیر احمد ایم اے بروایت مولوی شیر علی بیان کرتا ہے کہ:

"حضرت صاحب عربی کتابوں کی کاپیاں اور پروف حضرت خلیفہ اول (یعنی حکیم نور دین بھیروی: ناقل) اور مولوی محمد احسن صاحب (امروہی: ناقل) کے پاس بھی بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی جگہ اصلاح ہو سکے تو کر دیں۔ حضرت خلیفہ اول تو پڑھ کر اسی طرح واپس فرما دیتے تھے لیکن مولوی محمد احسن صاحب بڑی محنت کر کے اس میں بعض جگہ اصلاح کے طریق پر لفظ بدل دیتے تھے۔" (سیرۃ المہدی، ج:ا، حصہ اول، ص:۸۳، روایت نمبر:۱۰۴، نیا ایڈیشن)

مرزا قادیانی کو قرآن کریم کا اکثر حصہ حفظ نہ تھا:

مرزا قادیانی کا دعویٰ تو ظلی بروزی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا تھا (نعوذ باللہ) لیکن اسے قرآن کریم کا اکثر حصہ زبانی یاد نہ تھا، یہ ہم نہیں بلکہ اس کا بیٹا بتاتا ہے:

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (نقلی اور جعلی: ناقل) کو قرآن مجید کے بڑے بڑے مسلسل حصے یا بڑی بڑی سورتیں یاد نہ تھیں۔ بے شک آپ قرآن کے جملہ مطالب پر حاوی تھے (بلکہ تحریف معنوی میں پی ایچ ڈی تھے: ناقل) مگر حفظ کے رنگ میں قرآن شریف کا اکثر حصہ یاد نہ تھا....." (سیرۃ المہدی، ج:ا، حصہ سوم، ص:۵۴۰، روایت نمبر ۵۵۳، نیا ایڈیشن)

رضاعت کی مقدار اور مرزائی علماء کے فتویٰ کو مرزا کی رائے پر ترجیح دینا:

"ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول (یعنی مرزائی خلیفہ اول حکیم نورالدین: ناقل) کے بڑے لڑکے میاں عبدالحئی مرحوم کا نکاح بہت چھوٹی عمر میں حضرت صاحب نے پیر منظور محمد صاحب (ان پیر صاحب کا ذکر آگے آئے گا: ناقل) کی چھوٹی لڑکی حامدہ بیگم کے ساتھ کرا دیا تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں۔ اس پر علماء جماعت کی معرفت مسئلہ کی چھان بین ہوئی کہ رضاعت سے کس قدر دودھ پینا مراد ہے اور کیا موجودہ صورت میں رضاعت ہوئی بھی ہے یا نہیں؟ آخر تحقیقات کر کے اور مسئلہ پر غور کر کے یہ فیصلہ ہوا کہ واقعی یہ ہر دو رضاعی بہن بھائی ہیں اور نکاح فسخ ہو گیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جہاں تک مجھے یاد ہے اس وقت حضرت صاحب اس طرف مائل تھے کہ اگر معمولی طور پر کسی وقت تھوڑا سا دودھ پی لیا ہے تو یہ ایسی رضاعت نہیں جو باعث حرمت ہو اور حضور کا میلان تھا کہ نکاح قائم رہ جائے مگر خلیفہ اول کو فقہی احتیاط کی بنا پر انقباض تھا، اس لئے حضرت صاحب نے نکاح فسخ کرنے کی اجازت دے دی۔" (سیرۃ المہدی، ج:ا، حصہ سوم، روایت نمبر: ۵۹۰

صفحات:۵۶۲،۵۶۳)

قابل غور یہ ہے کہ قادیانی نبی کی موجودگی میں ایک شرعی مسئلے کی تحقیق کے لئے غیر نبی علماء کا بورڈ بنتا ہے اوران کی تحقیق کی روشنی میں فیصلہ ہوتا ہے جبکہ ان کے نبی کی رائے اس سے مختلف ہوتی ہے لیکن نبی کی رائے کے مقابلے میں غیر نبی کے فتوٰی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کے بارے میں جاننے کے لئے اسے محدثین کے اقوال کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے خدا نے اسے جب مسیح موعود کر کے بھیجا تو ساتھ یہ بھی بتادیا کہ کون سی حدیث صحیح ہے اورکون سی ضعیف، لیکن معلوم ہوتا ہے مرزا کے اس خدا نے فقہی مسائل کے بارے میں مرزا کو کچھ نہیں بتایا تھا کہ رضاعت کی باعث حرمت مقدار کتنی ہے؟

قربانی کا بکرا کتنی عمر کا ہو؟

مرزا قادیانی سے قربانی کے بکرے کی عمر کے بارے میں ایک سوال کیا گیا، مرزا نے اس کا کیا جواب دیا؟ پیش خدمت ہے:

’’سوال پیش ہوا: ایک سال کا بکرا بھی قربانی کے لئے جائز ہے؟ جواب: مولوی صاحب سے پوچھ لو، اہل حدیث وحنفاء کا اس میں اختلاف ہے، مولوی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ دو سال سے کم کا بکرا قربانی کے لئے اہل حدیث کے نزدیک جائز نہیں۔‘‘

(اخبار بدر قادیان،۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲ کالم ۳)

غور فرمائیں! قادیانیوں کا نبی ایک مسئلہ بتاتے ہوئے فقہاء کے اختلاف کا حوالہ دے رہا ہے اور پھر سوال کے جواب کے لئے اپنے ایک مرید کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتا ہے (مولوی صاحب سے مراد غالباً حکیم نورالدین بھیروی ہے: ناقل) کیا اللہ کے نبی کو کسی شرعی مسئلے کے جواب کے لئے فقہاء کے اقوال کی ضرورت ہوتی ہے؟ اور کیا وہ خود جواب دینے کے بجائے اپنے کسی مرید کی تحقیق کا حوالہ دیتا ہے؟ نیز مرزا کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین کو ’’حنفاء‘‘ نہیں بلکہ ’’احناف‘‘ یا ’’حنفیہ‘‘ کہا جاتا ہے۔

بدعتی مسیح؟

مرزا قادیانی کا ایک مرید خاص تھا جس کا نام تھا پیر سراج الحق نعمانی (جو قادیان میں پیر کتے مار کے نام سے مشہور تھا، دیکھیں مرزا کے ایک دوسرے مرید مفتی محمد صادق کی کتاب ذکر حبیب کا ص:۱۶۲)، اس ’’پیر کتے مار‘‘ نے بھی مرزا قادیانی کی سوانح حیات لکھی ہے جس کا نام رکھا ’’تذکرۃ المہدی‘‘ اس میں ایک جگہ لکھا:

’’ایک روز ایک شخص نے سوال کیا کہ دلائل الخیرات کا ورد پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا دلائل الخیرات میں جتنا وقت خرچ ہو اگر نماز اور قرآن شریف کی تلاوت میں خرچ ہو تو کتنا فائدہ ہوتا ہے، یہ کتابیں قرآن شریف اور نماز سے روک دیتی ہیں، یہ خدا تعالیٰ کا کلام اور حکم ہے اور انسانوں کا بناوٹی وظیفہ ہے، فرمایا: قرآن شریف کی آیتوں اور سورتوں کا بھی لوگ وظیفہ کرتے ہیں اور یہ بدعت ہے اور نا سمجھی سے ایسا کرتے ہیں۔‘‘ (تذکرۃ المہدی، حصہ اول، ص:۱۸۳، طبع قادیان، جون:۱۹۱۵ء)

آپ نے دیکھا کہ مرزا قادیانی نے قرآن کریم کی آیات اور سورتوں کے وظیفہ کو بدعت بتایا اور ایسا کرنے والوں کو نا سمجھ کہا، اب مرزا قادیانی کے بیٹے کی یہ تحریر پڑھیں:

’’بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا (مرزا نے عیسائی پادری عبداللہ آتھم کے بارے میں پیشگوئی کی تھی کہ وہ پندرہ مہینے کے اندر مر جائے گا، اس جگہ میعاد سے مراد یہ پندرہ مہینے کی میعاد ہے، آتھم پندرہ مہینے کے اندر نہیں مرا تھا اور مرزا قادیانی کی ذلت ہوئی تھی تفصیل کتب میں موجود ہے: ناقل) تو حضرت مسیح موعود (نقلی اور جعلی: ناقل) نے مجھ سے اور میاں حامد علی مرحوم سے فرمایا کہ اتنے چنے (مجھے تعداد یاد نہیں کہ کتنے چنے آپ نے بتائے تھے) لے لو اور ان پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو‘‘ (مجھے وظیفہ کی تعداد بھی یاد نہیں رہی)۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے وہ سورت یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سورت تھی جیسے: الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ...... الخ اور ہم نے یہ وظیفہ قریباً ساری رات صرف کر کے ختم کیا تھا، ختم کرنے کے بعد ہم وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے، کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا......‘‘ (سیرۃ المہدی، ج:۱، حصہ اول، ص:۱۶۳، روایت نمبر ۱۶۰، نیا ایڈیشن)

اس روایت میں آگے یہ بیان ہے کہ مرزا نے وہ دانے قادیان کی آبادی سے باہر ایک غیر آباد کنوئیں میں پھینکے تھے، بہرحال آپ نے دیکھا کہ پیر سراج الحق کے مطابق مرزا قادیانی نے قرآن کریم کی آیات اور سورتوں کے وظیفے کو بدعت اور نا سمجھی بتایا لیکن پھر وہ خود آتھم کی موت کے لئے اپنے مریدوں سے چنوں پر قرآن کی ایک سورت کا وظیفہ پڑھا کر ’’بدعتی‘‘ بن گیا، نیز آتھم کی موت کے لئے اس وظیفہ کا ذکر خود اسی پیر سراج الحق

کی زبانی بھی مرزا بشیر احمد نے کیا ہے اور اس میں پیر سراج الحق نے بتایا کہ یہ وظیفہ:

"ایک ہزار ماش کے دانوں پر ایک ہزار مرتبہ سورہ فیل پڑھ کر کیا گیا تھا۔" (سیرۃ المہدی، ج:۱، حصہ دوم، ص:۲۸۹، روایت نمبر ۳۱۲)

نماز میں فارسی نظم:

پیر سراج الحق (عرف پیر کتے مار) کا ذکر آیا ہے تو اس کا ایک اور کارنامہ بھی پڑھتے جائیں، یہ پیر صاحب مرزا قادیانی کے نماز میں امام بھی ہوتے تھے، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ:

"گرمیوں میں مسجد مبارک میں مغرب کی نماز پیر سراج الحق صاحب نے پڑھائی، حضور..... (مرزا قادیانی: ناقل) بھی اس نماز میں شامل تھے۔ تیسری رکعت میں رکوع کے بعد انہوں نے بجائے مشہور دعاؤں کے حضور کی ایک فارسی نظم پڑھی (جی ہاں! قادیانی نبی شاعر بھی تھا: ناقل) جس کا یہ مصرع ہے: اے خدا! اے چارہ آزمائے ما!" خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ فارسی نظم نہایت اعلیٰ درجہ کی مناجات ہے جو روحانیت سے پُر ہے.... الخ۔" (سیرۃ المہدی، ج:۱، حصہ سوم، ص:۶۴۴، روایت نمبر ۷۰۷)

واضح رہے کہ اس بات کو لکھنے کے بعد مرزا بشیر احمد نے ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا کہ مرزا قادیانی نے نماز کے دوران یا بعد میں اس واقعہ پر کوئی اعتراض کیا ہو بلکہ اس نے اسے ایک انفرادی واقعہ کہہ کر اس سے گلو خلاصی کروانے کی کوشش کی ہے۔

مرزا قادیانی کے سائنسی نظریے اور فارمولے:

آیئے اب مرزا قادیانی کے کچھ سائنسی فارمولے بھی ملاحظہ فرمائیں:

"مثلاً مکھی اور دوسرے بعض جانوروں میں یہ خاصیت ہے کہ اگر ایسے طور پر مر جائیں کہ ان کے اعضا میں کچھ زیادہ تفرق اتصال واقع نہ ہو اور اپنی اصل ہیئت اور وضع پر سلامت رہیں اور متعفن نہ ہونے پاویں بلکہ ابھی تازہ ہی ہوں اور موت پر دو تین گھنٹہ سے زیادہ عرصہ نہ گزرا ہو جیسے پانی میں مری ہوئی مکھیاں ہوتی ہیں تو اس صورت میں اگر نمک باریک پیس کر اس مکھی وغیرہ کو اس کے نیچے دبایا جاوے اور پھر اسی قدر خاکستر بھی اس پر ڈالی جاوے تو وہ مکھی زندہ ہو کر اڑ جاتی ہے اور یہ خاصیت مشہور و معروف ہے جس کو اکثر لڑکے بھی جانتے ہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن:۱، صفحات:۵۵۲،۵۵۴)

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج، مکمل خوراک
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
فیصل
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
133 اجزا کا اکسیر مرکب
☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید
زعفران، جائفل، ناگرموتھ، مغز بندق، آرد خرما، جوہر آہن
مصطگی، جلوتری، بیج، مغز بادام، سنگھاڑا، کشتہ چاندی
مروارید، دارچینی، اکر، ثعلب، پیاز کا بیج، مغز ناریل
ورق طلاء، لونگ، مائیں، الائچی کلاں، تخم عشق پیچاں
ورق نقرہ، گوند کیکر، خرموسے، زنجبیل، ماجو
مغز چلغوزہ، مغز بادام، ریگ ماہی، بہمن سفید، گوند کتیرہ
33 اجزاء

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
قیمت 1200 روپے
جگر و معدہ کی اصلاح کرکے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
وزن 500 گرام
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔
آب سیب، آب انار، آب ادرک، ورق نقرہ، تخم خرفہ
آب بہی، آب لیموں، شہد خالص، بہمن سفید، عود ہندی
زعفران، مروارید، ورق طلاء، کشنیز، بادرنجبویہ
ابریشم، گل سرخ، گل نیلوفر، تخم کاہو، درونج عقربی
صندل سفید، طباشیر، آملہ، جدوار، مغز تربوز
گل گاؤزبان، الائچی خورد، کہربا، بہمن سرخ
پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577
فیصل FOODS ستارہ لائنز ڈی گراؤنڈ سیٹلائٹ کالونی فیصل آباد

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کا پُرشکوہ ماڈل
آیئے.... اس زیر تعمیر منصوبہ کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیجیے
0331-2012341, 0302-6961841